



ماتم ؟

عظیم زندہ انسان کی کامیابی پر

درد و الم کی یہ پاک دعوتیں صرف اس روانیٔ آب تسلسلِ صدا اور ہنگامہ غوغا ہی کے لیے نہیں ہوتیں جو آنسوؤں، فغانوں، ماتموں کے نام سے ظہور میں آ جائیں اور اگر ان کا یہی مقصد ہوتا تو اس کے لئے انسان کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ کتنے ہی سمندر پانی سے بھرے پڑے ہیں اور کتنے ہی جنگل شور و غوغا سے ہنگامہ زار ہیں ؎

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

احادیث الرسول ﷺ

اسلامی معاشرت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ اور جو شخص تین دن سے زیادہ ناراض رہا اور اس عرصہ میں وہ مرگیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد علی شرط بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ وَیُقَالُ السُّلَمِیُّ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

حضرت ابی خراش حدرد بن ابی حدرد الاسلمی اور ان کو سلمی صحابی (رضی اللہ عنہ) بھی کہا جاتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرمارہے تھے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا تو ایسا ہے کہ گویا اس کا خون بہایا۔ (ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْیَلْقَهٗ وَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَیْهِ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ وَاِنْ لَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ اِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَیْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مومن کے لیے یہ چیز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ سو اگر تین روز اس حالت میں گزر جائیں تو اس سے جاکر ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو اس (مصالحت کے) ثواب میں دونوں شریک ہوگئے۔ اور اگر وہ شخص اس کے سلام کا جواب نہ دے تو وہ گنہگار ہوا اور سلام کرنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے بری ہوگیا۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اگر یہ ترک ملاقات محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو تو اس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

ف: اسلام میں معاشرتی حیثیت سے دوستوں کی ملاقات کے لیے جانا ایک ثواب کا کام ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے بھائی کی (جس کی اخوت فی اللہ ہو) تو ایک پکارنے والا اس کو آواز دے گا کہ تم اچھے، تمہارا آنا اچھا اور تم نے جنت میں اپنے لیے مکان بنالیا۔

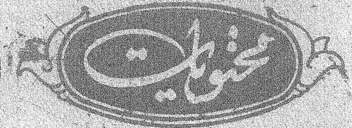
باقی ص ۳۱ پر

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایران ـــ ملّت کی اجتماعی ذمّہ داری

پڑوسی ملک ایران ایک عرصہ سے جس قسم کی صورت حال سے دوچار ہے وہ ملّت کے ہر فرد کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ شاہ ایران کے خلاف ایرانی قوم متحد العمل ہے حالات سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ شاہ کی حکومت کو قطعاً پسند نہیں کرتے اور وہ چاہتے ہیں کہ شاہ رخصت ہو جائیں۔ شاہ نے حالات کو سنبھالنے کے لیے مختلف قسم کی تدبیریں کیں لیکن کوئی ایک تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آ رہی اور لوگوں کی تلخی بڑھتی جا رہی ہے۔ آج کل جنرل اظہری صاحب کو شاہ نے ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ حالات تب بھی نہیں سنبھل رہے۔ عوام اور فوج کا آمنا سامنا ہو چکا ہے۔ اموات ہو رہی ہیں، ہڑتالوں کا سلسلہ جاری ہے، ہنگاموں سے ملک میں ابتری کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، معاشیات کا سلسلہ مفلوج ہے۔ اور سارا نظام درہم برہم ہے۔ اب حالات اس سٹیج پر پہنچ چکے ہیں کہ امریکہ نے ایران کے استحکام کے لیے بہت کچھ کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ نظر بظاہر وہ روس کو آنکھیں دکھا رہا ہے کیونکہ عام تاثر یہی ہے کہ ان ہنگاموں کی پشت پر روسی لابی کام کر رہی ہے۔ جہاں تک روس اور امریکہ کا تعلق ہے وہ آج دنیا میں چودھری کا کردار ادا کر رہے ہیں انہیں طاقت کا خواہی نخواہی درجہ حاصل ہے۔ اور دنیا ہے کہ دو دھڑوں میں بٹ چکی ہے اپنے اپنے دھڑے کو ترقی دینے اور مستحکم کرنے کے لیے زور شور سے سرگرمیاں جاری ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان قوم جو ایک خدا کی نام لیوا ہے جس کا سرمایۂ حیات قرآن و سنّت ہے اور جو دنیا کے بہترین انسان ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلمہ گو ہے وہ اپنے شاندار ماضی سے کٹ کر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے

بقیہ صفحہ ۲۷ پر



شمارہ : ۱۳ : جلد : ۲۴
۷ محرم ۱۳۹۸ھ ۸ دسمبر ۱۹۷۸ء

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ
مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی
مدیر معاون صالح محمد حضروی
بدل اشتراک | سالانہ ۶۰/- روپے ششماہی ۳۰/- روپے
سہ ماہی ۱۵/- روپے فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

پبلشر مولانا عبیداللہ انور، پرنٹر الٰہی بخش، مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۸ موری گیٹ لاہور

مجلسِ ذکر

علمِ دین کے ساتھ اخلاص و للہیت کا ہونا بھی ضروری ہے

اسلامی عقاید اور ضروریاتِ دین کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے - کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمی ایسے ہیں جو حساب کتاب سے ایک سال پہلے ہی جہنم میں چلے جائیں گے۔

اوّل: ظالم امراء اور حکمران جو حق و انصاف کا خون کرتے ہیں، غریب، کمزور اور بے بس افراد کا استحصال کرتے ہیں۔ خدا کی مخلوق کے لیے خدا تعالیٰ کے احکام جاری کرنے کے بجائے اس پر اپنی مرضی مسلّط کرتے اور اہل حق کو جور و ستم کا نشانہ بناتے ہیں۔

دوم: وہ عرب لوگ جو دین پر عمل کرنے کے بجائے دورِ جاہلیّت کی طرح حسب و نسب اور عرب قومیت کی عصبیت و تفاخر میں مبتلا ہو جائیں اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے الہامی اصول کی دنیا و آخرت سنوارنے والی تعلیمات کو فراموش کر دیں۔

تیسرے: وہ تاجر جو خرید و فروخت میں جھوٹ بولتے ہیں، لین دین میں بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہیں اور بے خبر گاہکوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر غلط بیانی کر کے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش کرتے ہیں۔

چوتھے: وہ دہقان اور کسان جو مال و اسباب کی فراوانی کے باعث تکبّر میں مبتلا ہو جائیں۔

پانچویں: وہ دیہاتی جنہوں نے علمِ دین حاصل کرنے پر توجہ نہ دی اور جہالت و غفلت میں ہی زندگی گزار دی۔

چھٹے: وہ علماء جن کے دلوں میں حسد اور کینہ ہو۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور ان اعمال سے کامل اجتناب کی توفیق دے جن کے کرنے کی شریعت اسلامیہ نے اجازت نہیں دی۔

علمِ دین حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جب کسی کو پتہ نہیں ہوگا کہ نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔ کون کون سی نمازیں کتنی کتنی رکعتیں فرائض کی ہیں اور کتنی کتنی سنّت، اور نماز میں قیام کے وقت کیا پڑھنا ہے رکوع و سجود کیسے کرنا ہے۔ جب تک نماز کا علم حاصل نہ کیا جائے گا اس وقت تک صحیح نماز کیسے ادا کی جا سکتی ہے۔ دنیا کا بھی ہر کام کرنے کے لیے اسے سیکھنا اور اس کے کرنے کا طریقہ معلوم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب ہم مسلمان ہیں۔ خدائے وحدہٗ لاشریک اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا کلمہ پڑھتے ہیں تو ہمیں اسلامی تعلیمات کے سلسلے میں ضروریاتِ دین یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے علاوہ صحیح اسلامی عقاید کی تعلیم لازماً حاصل کرنا ہوگی۔ جو لوگ خود اور اپنے بیوی بچوں کو ان تعلیمات سے بہرہ ور رکھتے ہیں اور ضروریاتِ دین پر بھی عمل نہیں کرتے۔ وہ اپنی جہالت اور بے علمی کے باعث غلط عقائد و نظریات برے اعمال حتیٰ کہ دین اور اہل دین سے تنفّر اور برگشتگی کا شکار ہو جاتے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا (خود اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) اور یہ اسی وقت ہو سکتا

بقیہ صفحہ ۲۸ پر



ضبط و ترتیب : مناظر حسین نظر

زندہ اور باشعور قومیں اپنے محسنوں کی کامیابی پر ماتم نہیں کیا کرتیں

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم :

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ہ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے جزا کے دن کا مالک ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا نہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے ۔

قرآن کریم کی یہ سب سے پہلی سورت ہے ۔ جسے ہم نماز کی ہر رکعت میں صبح و شام تلاوت کرتے ہیں اسے سورہ الحمد کہتے ہیں ۔ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی اس اہم ترین سورۃ کے نام کنز ، کافیہ ، ام القرآن اور فاتحۃ الکتاب بھی منقول ہیں جب ہم سورہ الحمد کی تلاوت کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی حمد و توصیف بیان کرنے ، اُسے تمام جہانوں کا پروردگار ماننے اور یوم جزا ، یوم آخرت کا مالک تسلیم کرنے کے ساتھ اپنے ایمان و یقین کی صداقت کے مطابق عمل و کردار کی راہوں میں اپنی کم مائیگی ، عاجزی احتیاج الی اللہ اور اللہ ہی کی بندگی اور پرستش کرنے کا وعدہ ان پاکیزہ اور غیر مبہم الفاظ میں کرتے ہیں کہ " اے اللہ ! ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں " اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ! ہمیں اُن اپنے برگزیدہ بندوں والی راہ دکھا اور ان کی پیروی کرنے کی توفیق دے جن پر تیرا انعام ہوا نہ ان پر تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے سورہ نساء کی ایک آیت میں اپنے اُن مقدس بندوں کی فہرست بیان فرمادی جن پر اس نے انعام فرمایا اور انہیں نجات یافتہ قرار دیا ہے اور ہماری یہ مشکل حل فرما دی کہ ہم کس کی پیروی کرکے اور کس کے نقش قدم پر چل کر خدائے بزرگ و برتر کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ہ (النساء آیت ۶۹)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمانبردار ہو تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ۔ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں ۔ اور یہ رفیق کیسے

اچھے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انبیاء و مرسلین کے علاوہ صدیقین، شہداء اور صالحین بھی نجات یافتہ اور انعام یافتہ جماعت میں شامل ہیں۔ اور حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کچھ کم و بیش تمام صحابہ کرامؓ، صدیق، شہداء اور صالحین ہیں اور سب کے سب انعام یافتہ اور نجات یافتہ ہیں۔ ان کی اتباع نجات کا اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں پس ان میں سے تم جس کسی کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے) اس لیے ہر مسلمان کے نزدیک تمام صحابہؓ لائق احترام اور تنقید سے بالاتر اور ایمان اور حق و صداقت کے لیے معیار ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے محبت و عقیدت مومنین کا زیور ایمان ہے۔ دنیا میں ہمیشہ دوست کے دشمن کو اپنا دشمن اور دوست کے دوست کو اپنا دوست مانا جاتا ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ اس لیے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کسی کو سرکار دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو محبت ہو اور آپؐ کے اصحاب سے محبت نہ ہو۔ اور اس حقیقت کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جھٹلا سکتی کہ اصحاب رسولؐ سے بغض و عناد رکھنے والے دل میں حسینؓ کے نانا، فاطمہؓ کے ابا اور خدا کے آخری پیغمبرؐ کی محبت ہو۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

صحابہ کرامؓ سے دشمنی رسولِ خداؐ سے دشمنی اور صحابہؓ سے محبت رکھنا رسولِ خداؐ سے محبت رکھنا ہے۔ جو لوگ اصحابؓ رسولؐ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے اور حضرات خلفاء راشدین پر الزام تراشیاں کرتے ہیں وہ روح پیمبرؐ کو دکھ پہنچا کر اپنے لیے جہنم کی آگ مول لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو خبردار کر دیا ہے۔ اَللہَ اَللہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (اللہ اللہ، میرے اصحاب کے بارے میں آگاہ رہو، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ درحقیقت جو ان سے محبت کرے گا وہ اصل میں میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے گا وہ مجھ سے دشمنی کے باعث ان سے بغض و دشمنی رکھے گا۔

ہمارے ہاں بعض لوگ عاشورہ محرم کو بڑے اہتمام سے ماتم اور سینہ کوبی کے دنوں کے طور پر مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دنوں میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؓ اور خانوادہ رسولؐ کے دوسرے بہت سے افراد شمر اور اس کے ساتھیوں نے شہید کر دیے تھے اور ہمیں اس کا رنج ہے اس لیے ہم ان دنوں ماتم کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اور سینہ کوبی کرتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے نواسہ رسولؐ کو حق و انصاف کی خاطر جان کی بازی لگا دینے پر رتبۂ شہادت و شہامت کا شرف بخشا ہے۔ انہوں نے دین اسلام کے تحفظ اور جبر و استبداد کی تلوار توڑنے کے لیے پورے خاندان کو قربان کر دیا تھا۔ شہادت ایک مرتبۂ بلند ہے جو جس کو مل گیا۔ بلاشبہ شہدائے کربلا نے اپنے خون سے اسلام کی کھیتی کو سینچا اور سیراب کیا ہے۔ انہوں نے راہِ حق میں اپنی جانیں دے کہ "جو دی ہوئی اُسی کی تھیں" کامیابی کی منزل کو پا لیا ہے۔ زندہ قومیں اور باشعور افراد اپنے محسنوں کی قربانیوں اور کامیابیوں پر ماتم نہیں کیا کرتے۔ مومن قانت کو جاہ و منصب، سیم و زر اور دولت و سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس کی نظر میں یہ سب چیزیں ہیچ اور حقیر ہیں ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

اور کسی کا اپنے مقصد کو پا لینا اس کے دوستوں، ساتھیوں، عقیدتمندوں اور ماننے والوں کے لیے مسرتوں اور خوشیوں کا باعث ہوتا ہے اور مخالفوں، بدخواہوں اور دشمنوں

کے لیے دکھ، افسوس اور ذلت و رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ العالمین نے تو اپنی آخری اور کامل و مکمل کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○ (البقرہ ۱۵۴) اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو۔ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔ اور یہاں چودہ سو برس کے بعد بھی محبت کے نام پر شہادت کا ماتم کیا جا رہا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم محبانِ حسینؓ اور شیعانِ علیؓ ہیں۔ اگر اس دعوے میں کوئی صداقت ہے تو کیا بتایا جا سکتا ہے کہ حضرت حسنینؓ اور خانوادہ رسولؐ کے دوسرے افراد حضرت علیؓ کے یوم شہادت کے دن ہر سال اس طرح سینہ کوبی اور ماتم کیا کرتے تھے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاتھوں خدا کی بارگاہ میں ذبح کرنے کا حکم سن کر ماتم کیا تھا؟ اور کیا حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنی شہادت کی خبر سن کر افسوس اور ماتم کیا تھا؟ کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء، یقین یا اپنے کسی صحابیؓ کی شہادت پر کسی دن ماتم کیا؟ اور آنے والوں کے لیے اسے ماتم کا دن قرار دیا؟ اسلام نے تو اس دن کو عید کا دن قرار دیا۔ جس دن ذبیح اللہ کو چھری کے نیچے لیٹنا پڑا اور ہمارے کرم فرماؤں نے نواسۂ رسولؐ کے یوم شہادت کو یوم ماتم بنا دیا ہے۔ جب داستانِ حرم کی ابتدا پر ماتم نہیں کیا جاتا تو اس کے مکمل ہونے پر ماتم و افسوس کی آخر وجہ؟

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے اور نیک عمل کی توفیق بخشے۔ آمین! ثم آمین!!

بقیہ : اصلاحِ معاشرہ اور اس کی اہمیت

ان کو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جیل خانے میں بند کر دیا جائے گا ملاحظہ ہو فتاویٰ ہندیہ وغیرہ۔

بہتان کے متعلق وعیدات

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامنوں کو پھر چار مرد گواہی کے طور پر پیش نہ کر سکے تو ان کو اسی درے مارو۔ اور نہ مانو ان کی گواہی کو مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بہن بھائیوں کو اچھی نظروں سے دیکھے اور جب سنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یونہی رجماً بالغیب بری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ ان کو جھٹلائے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی بیٹھ پیچھے مسلمان بھائی کی مدد کرے اللہ بیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے گا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے آدمی کو چاہیے کہ خود اپنی آبرو پر دوسروں کی قیاس کرے جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ نے قصۂ افک میں کہا ایک روز ان کی بیوی نے کہا کہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نسبت ایسا کہتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر (یعنی) صدیق کی بیٹی اور نبی کی بیوی حضرت عائشہؓ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں۔ ان کی نسبت ایسا گمان کیوں کیا جائے۔ فوائد عثمانی۔ پس ہر انسان کو چاہیے کہ جو کام کسی نے نہیں کیا اس کو اس کی طرف منسوب نہ کرے ورنہ مجرم ہو جائے گا۔ اور پھر معمولی سے شبہ میں کسی کو زانی یا لوطی کہہ دینا سخت جرم ہے خصوصاً عورتوں کی عادت ہے کہ معمولی سے شبہ پر کسی کو چور وغیرہ کہہ دیتی ہیں۔

اصلاح معاشرہ اور اسکی اہمیت

ملت کی فلاح وصلاح افراد کی بہتری پر موقوف ہے اور افراد کی اصلاح کے لیے ارشادات ربانی اور فرمودات نبوی سے بڑھ کر کوئی چیز موثر اور کیمیا اثر نہیں ہوسکتی خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر آجائے اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ ان برائیوں کے بارے میں جو عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں چیدہ چیدہ ارشادات ربانی اور فرمودات نبوی اور ان جرائم کے بارے میں شرعی سزاؤں کا ذکر کر دیا جائے تاکہ کسی اللہ کے بندے کے لیے یہ مفید ثابت ہوسکے ۔ اور راقم الحروف کے لیے بھی باعث نجات بن سکے ۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو عمل کرنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمادیں آمین

زنا کے متعلق وعیدات

دنیا کے تمام مذاہب متفق ہیں کہ زنا بری چیز ہے زانی سے زنا کے وقت ایمان رخصت ہوجاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کو تنگ تنور میں تاقیامت عذاب ہوتا رہتا ہے ۔ ارشاد خداوندی ہے " زنا کے قریب مت جاؤ یہ بے حیائی اور بُرا راستہ ہے (پارہ ۱۵، رکوع ۴)

مولانا تھانوی بیان القرآن میں فرماتے ہیں اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو یعنی اس کے مبادی و مقدمات سے بچو بلاشبہ وہ فی نفسہ بھی بڑی بے حیائی کی بات ہے اور باعتبار مفاسد کے بھی بُرا راہ ہے کیونکہ اس پر عداوتیں اور فتنے مرتب ہوتے ہیں ۔

مولانا شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ گویا پاس نہ جاؤ میں مبادی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی ۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوس وکنار کرنا وغیرہ ،

مولانا شیخ الہند ترجمہ میں فرماتے ہیں وہ بے حیائی اور بری راہ ہے ۔ مولانا شیخ الاسلام اس ترجمہ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں گویا زنا سے انساب میں گڑبڑ ہوتی ہے اور بہت طرح کی لڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کے لیے بری راہ نکلتی ہے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے گا ، کوئی اس کی عورت پر نظر کرے گا ۔

زنا کے متعلق ارشادات نبوی

حدیث الف : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی دوسرا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے ۔ شخص مذکور نے کہا کہ حضرت اس کے بعد کونسا گناہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ہمراہ کھانے لگ جائیگی ، اس شخص مذکور نے پوچھا پھر کونسا ؟ ارشاد ہوا کہ اپنے پڑوس کی بیوی سے زنا کرنا ، مشکوٰۃ شریف

حدیث ب : ایک لمبی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک طویل خواب ذکر فرمایا ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام نے آپ کو بہت سے عجیب وغریب مناظر دکھاتے ہیں ان میں ایک عجیب منظر یہ بھی تھا کہ آپ نے غار مثل تنور کے دیکھا اس میں آگ جل رہی ہے اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور ننگی عورتیں بھری ہوئی ہیں جس وقت وہ آگ اوپر اٹھتی ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ سب مرد عورتیں اوپر اٹھ آتے ہیں پھر جب وقت وہ آگ بیٹھتی ہے تو وہ نیچے چلے جاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر آخر میں ان فرشتوں نے بتلایا کہ یہ لوگ جن کو ایسا عذاب ہو رہا تھا زنا کار ہیں ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۵ ،

زنا سے معاشرے میں اموات وحوادث کی کثرت ہوجاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی

قوم میں خیانت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں مرعوبیت ڈال دیتے ہیں اور کسی قوم میں زنا کی وبا نہیں پھوٹ پڑتی مگر ان میں موت کے حوادث کی کثرت ہو جاتی ہے الحدیث موطا صفحہ ۴۷۶، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی قسم کا فرمان مروی ہے رواہ الطبرانی عن ابن عباسؓ حاشیہ موطا

زانی کے لیے شرعی سزا

جب کہ مندرجہ ذیل شرائط پائی جاتی ہیں (نمبر۱) آزاد ہو یعنی غلام نہ ہو (نمبر۲) بالغ ہو یعنی نابالغ نہ ہو (نمبر۳) عاقل ہو یعنی پاگل مجنون و دیوانہ نہ ہو (نمبر۴) ہمبستری سے فارغ ہو یعنی شادی شدہ ہو تو ایسے مرد و عورت کو محصن و محصنہ کہتے ہیں اور ان کی سزا رجم ہے یعنی سنگسار کرنا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کی سزا جاری فرمائی اور آپ کے بعد حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی اس پر عمل درآمد ہوا ملاحظہ ہو۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی محصن اور زانیہ محصنہ کے لیے رجم کی سزا یعنی سنگسار کرنے کی سزا دی اور آپؐ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کا عمل بھی برابر اسی قانون رجم پر رہا نیز رجم کرنا حق ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۹) نیز آپؐ نے رجم کے بعد فرمایا۔ خدایا میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جب کہ وہ اسے مٹا چکے تھے۔ فوائد عثمانی

اور اگر مجرم غیر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں ارشاد خداوندی ہے زانی مرد اور زانیہ عورت ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ (سورۃ نور رکوع ۱) علاوہ ازیں تمام کتب فقہ میں بھی یہی سزا مذکور ہے۔ اور اگر کوئی شریر بدبخت بدکار حد کے جاری ہونے کے باوجود بھی باز نہ آئے تو حاکم کو یہ بھی اختیار ہے کہ سزا کے بعد ایک سال بھر کے لیے ضلع بدر کر دے۔ باقی جو لوگ سنگسار کی سزا کو نہیں مانتے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہیں کی بلکہ تمام امت اور آئمہ اربعہؒ کا اس مسئلہ سنگسار پر اجماع رہا ہے اس لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے اس مقام پر زنا سے بچنے کے متعلق چند واقعات بھی فائدے سے خالی نہیں ہوں گے اس لیے وہ بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔ فوائد عثمانی میں مرقوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے حاضرین نے اسے ڈانٹ پلائی کہ پیغمبر اسلام کے سامنے ایسی گستاخی، چپ رہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ میرے قریب آ جاؤ۔ وہ قریب آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ حرکت (زنا) اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے، ہرگز نہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے لیے یہ فعل گوارا نہیں کرتے۔ یعنی جب تو اپنی ماں بہن کے متعلق یہ برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں بہن کے متعلق یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر آپؐ نے دعا کی کہ الٰہی اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کر دے۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا سے اس شخص کی یہ حالت ہو گئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ سبحان اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت قاضی احسان احمد صاحب مرحوم، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حوالہ سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امیر شریعت نے یہ علاج بتایا تھا زنا سے بچنے کا جس کی وجہ سے میں نے آج تک زنا نہیں کیا وہ نسخہ یہ تھا کہ اپنے سے بڑی کو ماں اپنے سے چھوٹی کو بیٹی اور اپنے ہم عمر کو بہن کہا کرو۔ زنا سے بچ جاؤ گے فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ آج تک میں اس سیاہ کاری میں ملوث ہونے سے بچا رہا۔

قتل ناحق کے متعلق وعیدات

جس جان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل مت کرو (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۴)

حدیث الف: بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں (نمبر۱) جان کے بدلے جان (نمبر۲) یا زانی محصن (شادی شدہ) (نمبر۳) یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

حدیث ب: حضرت ابوالدرداءؓ راوی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے کہ ہر گناہ کی مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے مگر جو مشرک ہونے کی حالت میں مرا یا ایسا مسلمان جس نے قصداً دوسرے مومن کو قتل کیا یعنی ان دونوں کی بخشش کی امید نہیں (بحوالہ نصب الرایہ صفحہ ۳۲۵/۳۲۶ ج ۴)

حدیث ج: نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کو عمداً جان بوجھ کر قتل کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی کوئی فرض

یا نفل عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔

حدیث د: ارشاد نبوی ہے کہ تمام دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک قتل مسلم سے زیادہ اہون و اسہل ہے۔

حدیث ہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمین و آسمان والے سارے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو (ایک قتل کے بدلے) جہنم میں اوندھے منہ گرا دے گا۔ العیاذ باللہ۔

قتل ناحق کی شرعی سزا

قتل کی کئی قسمیں ہیں قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء، قتل بالسبب

قتل عمد ایسے قتل کو کہتے ہیں کہ جس میں دھاری دار آلہ یا آتشیں آلہ سے مقتول کو قصداً قتل کیا گیا ہو چنانچہ اسی قتل کی سزا قصاص ہے۔ یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا جائے۔

سود کے متعلق وعیدات:

قرآن پاک میں ہے کہ سود سے باز نہ آنے والے کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے العیاذ باللہ

حدیث الف: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار، سود ادا کنندہ، سودی معاملہ لکھنے والا اور اسی معاملہ کے گواہ سب پر لعنت فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف صـ ۲۴۴)

حدیث ب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کا درہم جسے کوئی شخص جان بوجھ کر کھاتا ہے ۳۶ بدکاریوں سے زیادہ سخت ہے۔ (رواہ الدار قطنی صـ ۲۴۶)

ارشاد خداوندی ہے اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو یعنی (سابقہ سود نہ چھوڑو) تو مطلع رہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں اعلانِ جنگ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سودی مال اگرچہ بڑھ جائے اور زیادہ ہو جائے یقیناً اس کا انجام کمی کی طرف ہوگا۔

(نمبر ۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معراج کی رات کچھ ایسے لوگوں کے پاس گیا کہ جن کے پیٹ کمروں کے مانند تھے اور ان میں سانپ تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جواب دیا کہ یہ سود خوار ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ صـ ۲۴۶ مشکوٰۃ شریف)

سود خوار، سود ادا کنندہ، شراب فروش کی شرعی سزا

جو مسلمان شراب فروش ہو یا سود خوار ہو اسے تعزیر لگا کر جیل میں بند کر دیا جائے گا اور انہیں اس وقت تک قید رکھا جائے گا، تا وقتیکہ ان جرائم سے توبہ کر کے شرعی زندگی نہ اختیار کر لیں۔ (فتاویٰ ہندیہ صـ ۳۳۷ ج ۲)

ڈکیتی و رہزنی کے متعلق وعیدات اور اس کی شرعی سزا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یا زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں۔ (یعنی رہزنی کرتے ہیں) ان کی سزا یہ ہے کہ (۱) ان کو قتل کر دیا جائے (۲) یا ان کو سولی پر لٹکا دیا جائے (۳) یا ان کے داہنے ہاتھوں اور بائیں پاؤں کو کاٹ دیا جائے (۴) یا حبسِ دوام کے لیے جیل میں بند کر دیا جائے۔ یہ مختلف چار سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی سزا اسی صورت میں ہے جب کہ قتل کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مال بھی لوٹ کر لے گئے ہوں تو اس دوسری صورت کے جرم میں سب مجرم کو سولی پر لٹکایا جائے گا۔ تیسری سزا صرف مال لوٹنے کی صورت میں ہے یعنی صرف مال ہی لوٹ کر لے گئے قتل وغیرہ اور کوئی نقصان نہیں کیا۔

چوتھی سزا صرف ڈرانے دھمکانے کی صورت میں جاری کی جائے گی جبکہ مال بھی نہیں لوٹا اور کسی مسافر کو قتل بھی نہیں کیا۔ ہدایہ وغیرہ۔

چوری کے متعلق وعیدات و شرعی سزا،

جب چور چوری کرتا ہے تو اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے یاد رہے کہ چوری حقوق العباد میں ہے یہ چوری توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتی حقوق العباد میں جب تک صاحب حق کو اس کا حق نہیں دیا جائے گا یا معافی نہ لی جائے گی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتے اور معلوم ہونا چاہیے کہ چوری کے مال سے حج، صدقہ اور خیرات وغیرہ کرنا بجائے ثواب کے کفر ہے بشرطیکہ اگر اس پر ثواب کی نیت کی جائے چور کو تمام مال و متاع قیامت کے دن اپنے کندھے پر اٹھا کر میدانِ حشر میں لانا ہوگا جو سب سے زیادہ شرمندگی کا وقت ہوگا۔

شرعی سزا

چور مرد ہو خواہ عورت ان دونوں کے داہنے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر دوبارہ ان سے یہی جرم سرزد ہو جائے تو ان کے بائیں بازو کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر تیسری مرتبہ پھر ان پر چوری کا الزام لگ گیا اور جرم ثابت ہو گیا تو

باقی صـ ۲ پر

اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے بنیادی اصول

امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی روشنی میں

مولانا مقبول عالم مرحوم لاہور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جو معاشرہ پیدا کیا۔ اس کے بنیادی اصول قرآن و حدیث میں لکھے ہوئے ہیں۔ جب تک مسلم اقوام ان اصولوں پر قائم رہیں اسلامی معاشرہ ترقی کرتا رہا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں نہ صرف ہند میں اسلامی معاشرہ گراوٹ میں مبتلا ہو گیا۔ بلکہ وہ ساری دنیا میں گرنے لگ گیا۔

یہ اٹھارویں صدی عیسوی کا آغاز تھا کہ امام ولی اللہ دہلوی ۱۷۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ اس برعظیم میں آخری بڑے مغل بادشاہ اورنگ زیب کی حکومت ختم ہونے کو چار سال باقی تھے۔ اس کے بعد اس تخت پر کوئی طاقتور بادشاہ نہ بیٹھا۔ چونکہ اس وقت اسلامی قانون کی حفاظت جتنی بھی ہو سکتی تھی۔ بادشاہت ہی کے ذریعے ہو رہی تھی بلکہ تمام دنیا میں قانون اسلامی کی سربلندی بادشاہوں کے ساتھ وابستہ تھی۔ اس لیے بادشاہوں کے کمزور ہو جانے سے اسلامی قانون کے غلبے کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا مگر اب دنیا میں سیاسیات کا ایک نیا دور آنے والا تھا، جس میں قانون سازی کی طاقت بادشاہوں اور امیروں کی بجائے عوام کی طرف منتقل ہونے والی تھی۔ اب وہی قانون چلیں گے جو عوام اپنی مرضی سے بنائیں گے۔ فرمانوں اور اعلانوں کے ذریعے سے قانون سازی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے اب سوال یہ تھا کہ اسلامی قانون کی سربلندی کا کیا ذریعہ ہو گا؟ حالات ظاہر کر رہے تھے کہ اب قانون الٰہی کے چلانے کی ذمہ داری عوام پر آنے والی ہے اس لیے ضروری تھا کہ عوام کو قرآن حکیم کی آیات پڑھائی جائیں، ان کے ذریعے سے معاشرتی قانون (الکتاب) کی طرف رہنمائی کی جائے اور انہیں قانون سازی کے فن سے آشنا کرنے کے لیے قانون کے اندر کام کرنے والی حکمت بھی بتائی جائے تاکہ وہ صحیح طور پر قانون بنا سکیں۔ یہ کام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کو توفیق دی کہ وہ قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے "فتح الرحمٰن" کے نام سے قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ کیا جس کے دیباچے میں ترجمے کے اصول اور اس ترجمے کے استعمال کے طریقے کی طرف بھی رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ "مقدمے" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مرتبہ این کتاب بعد خواندن متن قرآن و رسائل مختصر فارسی است تا فہم لسان فارسی بے تکلف دست دہد و بتخصیص صبیان اہل حرف و سپاہیان کہ توقع استیفاء علوم عربیہ ندارند۔ در اول سن تمیز این کتاب را بایشان تعلیم باید کرد تا اول چیزیکہ در جوف ایشان افتد معانی کتاب اللہ باشد۔ و نیز آنانکہ بعد انقضاء شطر عمر توفیق توبہ یابند و تحصیل علوم نتوانند۔ این کتاب ایشان را باید آموخت تا در تلاوت قرآن حلاوتے یابند و منفعت آں در حق جمہور مسلمانان متوقع است انشاء اللہ العزیز۔"

اِس کتاب کے پڑھنے کی باری قرآن حکیم کے متن اور فارسی کے چند مختصر رسالے پڑھنے کے بعد آتی ہے تاکہ پڑھنے والا فارسی کو بے تکلف سمجھ سکے۔ خاص کر اہل حرفہ اور فوجیوں کے بچے جو عربی علوم انتہا تک پڑھنے کی امید نہیں رکھتے۔ یہ کتاب انہیں پڑھائی جائے تاکہ ان کے ذہن میں سب سے پہلے جو چیز بیٹھے وہ کتاب اللہ ہی ہو۔ نیز جو لوگ عمر کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد توبہ کی توفیق پائیں اور علوم حاصل نہ کر سکیں۔ یہ کتاب انہیں بھی پڑھائی جائے تاکہ وہ قرآن کے پڑھنے میں مزہ پائیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ عام مسلمان اس سے بہت فائدہ حاصل کریں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ فارسی ترجمہ عوام کے لیے کیا ہے تاکہ وہ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھیں اور اس سے فائدہ حاصل کریں۔ آنے والے دور میں اہل حرفہ اور اہل فوج معاشرے میں جو مقام اور اہمیت حاصل کرنے والے تھے اِس

کے پیشِ نظر امام صاحب کی یہ دُور بینی نہایت قابلِ قدر ہے۔
آج جب کہ قانون سازی عوامی جمہوری اداروں کے ذریعے سے شروع کی گئی ہے۔ امام صاحب کی حکمت اور دانش کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے عوام کو قرآن سے وابستہ رکھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا کتنا بڑا ذریعہ پیدا کر دیا۔ پھر یہی نہیں چونکہ آگے چل کر فارسی کا مقام بھی اس زبان سے چھننے والا تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے امام صاحب کے فرزندان جلیل شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کو توفیق دی کہ وہ آئندہ عوامی بننے والی زبان — اردو — میں اس کتاب عظیم کے ترجمے کر دیں تاکہ مسلمان تشویش اور تذبذب میں نہ پڑیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ نے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا اور شاہ رفیع الدینؒ نے تحت اللفظ ترجمہ لکھا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

تعمیرِ معاشرہ کا پہلا اصول

پس امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک تعمیرِ معاشرہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ افرادِ معاشرہ قرآن حکیم سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس کے لیے انہوں نے اور اُن کے بعد فرزندانِ جلیل نے انتظام کر دیا ہے۔ حدیث کی تعلیم و تدریس کے لیے امام صاحبؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" لکھ دی ہے جس میں احادیث کی تشریح آنے والے دَور کے لیے ایسے انداز میں کر دی ہے کہ اس زمانے کی رُوح اسے یقیناً قبول کرتی ہے۔ اب قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔ (خدا ہمیں توفیق عطا فرمائے)

تعمیرِ معاشرہ کا دوسرا اصول

تعمیرِ معاشرہ کا ایک نہایت قیمتی بنیادی اصول امام صاحبؒ نے یہ متعین فرمایا ہے کہ جب معاشرہ اپنے اونچے مقام سے گر جائے تو وہ پچھلی سیڑھی پر قدم جمائے اور اوپر کی منزل اپنے سامنے رکھے مثلاً مسلمان بین الاقوامی مقام سے گر گئے ہیں۔ اب ان کا فرض ہے کہ وہ قومی منزل پر قدم جمائیں اور بین الاقوامیت کا تصور اپنے سامنے رکھیں (البدور البازغہ ص۸۹) یہ نہایت بیش قیمت اصول ہے، جس پر آج ہمیں عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تعمیرِ معاشرہ کا تیسرا اصول

تعمیرِ معاشرہ کا ایک اور اصول جو امام صاحبؒ نے متعین کیا ہے یہ ہے کہ مسلمان اُس تدبیر کی واقفیت پیدا کریں جو کائنات میں کام کر رہی ہے۔ دورِ حاضر کے سماجی علوم کے ماہرین اسے تصورِ کائنات کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں اور اسے تعمیرِ معاشرہ کے لیے نہایت ضروری بنیادی چیز قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب نے اس حقیقت پر "بیان معرفۃ اللہ تعالیٰ المودعۃ فی طبیعۃ الانسان" کے تحت البدور البازغہ میں نہایت عمدگی سے بحث کی ہے۔ دورِ حاضر کے حکما کہتے ہیں کہ کسی معاشرے یا قوم کی ثقافت اصل میں اس تصورِ کائنات پر مبنی ہوتی ہے جو اس معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ امام صاحبؒ نے اسلامی تصورِ کائنات پر ایسی اعلیٰ درجے کی علمی بحث کی ہے کہ ملحد سے ملحد بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

تعمیرِ معاشرہ کا چوتھا اصول

تعمیرِ معاشرہ کا ایک اور اصول جس کی طرف حضرت امام صاحبؒ نے تاریخ اسلام کے بہترین دَور (خیر القرون) کی روشنی میں رہنمائی فرمائی ہے اسلام کی عالمگیری ہے۔ یہ اصل میں کوئی فکری نظام ہی نہیں بلکہ ایک نظامِ تمدن بھی ہے، جس پر ساری دنیا کے انسان جمع ہو سکتے ہیں۔ امام صاحب نے اسلام کی عالمگیر روح کو بے نقاب کیا ہے۔ ایک ترقی پسند اور ترقی کن معاشرے کے لیے یہ اصول ناگزیر ہے۔

تعمیرِ معاشرہ کا پانچواں اصول

تعمیرِ معاشرہ کا ایک اور اصول جو حضرت امام صاحب نے متعین کیا ہے یہ ہے کہ ایک فکر پر سب افراد کو جمع کیا جائے۔ ان سب کی بنیادی تعلیم و تربیت ایک ہو، اور سب اس فکر پر متفق ہوں۔ اُن کے نزدیک افکار کی پریشانی عمل کی پریشانی پیدا کرتی ہے اور افکار کی ہم آہنگی عمل کی یکسانی کا موجب ہوتی ہے۔

تعمیرِ معاشرہ کا چھٹا اصول

تعمیرِ معاشرہ کے لیے امام صاحبؒ نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ الفاظ زمانہ حال کی ایجاد ہیں، اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب کے ہاں یہ تصور نہیں پایا جا سکتا لیکن وہ حجۃ اللہ البالغہ (جلد اوّل ص۵۱) میں فرماتے ہیں کہ

وصفات يختص بها الانسان كالاخلاق
المهذبة والارتفاقات الصالحة والصنائع
الرفيعة والجاه العظيم

اور وہ صفات جو خاص طور پر انسان سے تعلق

رکھتی ہیں یہ ہیں یعنی شائستہ اخلاق، صالح ارتفاقات (تمدن و ثقافت) بلند درجہ صنعتیں اور عظیم مرتبے۔

والصنائع لاتتم الا بالالات و مادة

یعنی بلند درجے کی صنعتیں آلات اور خام مال کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتیں۔

اس جملے میں "صنائع رفیعہ" سے مراد وہ بھاری مشینیں ہیں جن سے عام کام دینے والی کلیں بنائی جاتی ہیں۔

تعمیر معاشرہ کا ساتواں اصول

تعمیر معاشرہ کے لیے ایک اور اصول جو امام صاحب نے تجویز کیا ہے۔ یہ ہے کہ معاشرے میں صرف اچھی رسوم جاری رکھی جائیں۔ کیونکہ جس طرح اہل علم کے لیے علمی اصول رہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ اسی طرح عوام کے لیے صالح رسمیں ہدایت کا موجب بنتی ہیں۔ وہ تجویز فرماتے ہیں کہ رسوم پر ایسے لوگوں کا قبضہ نہ ہونے دیا جائے جو بداخلاق ہوں تاکہ غلط رسمیں جاری نہ ہو سکیں بلکہ اس میں ایسی رسمیں ہوں جن میں مصلحت کلیہ (بہبود عام) کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو۔

تعمیر معاشرہ کا آٹھواں اصول

تعمیر معاشرہ کے لیے رفاہیت (یعنی معیارِ زندگی) پر نظر رکھنا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں رفاہیت کے مسئلے پر کافی طویل بحث کی ہے اور آخر میں قرار دیا ہے کہ رفاہیت بالغہ (بلند معیارِ زندگی) اور رفاہیت ناقصہ (ناقص معیارِ زندگی) دونوں کو ترک کر کے رفاہیت متوسط (متوسط معیارِ زندگی) کو معاشرے کا اصول بنانا چاہیے۔

تعمیر معاشرہ کا نواں اصول

امام ولی اللہ دہلوی نے معاشرے کی تعمیر کو اس بات پر بھی منحصر کیا ہے کہ زندگی اور دین الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ زندگی کے بسر کرنے کے بنیادی انسانی اصول ہی دین یا زیادہ واضح الفاظ میں اسلام ہیں۔ لیکن اس کے لیے "زندگی" اور "دین" کے مستقل گہرے مطالعے کی ضرورت ہے، تب کہیں جا کر یہ دونوں ایک منزل میں جا ملتے ہیں۔

ان اصولوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ افراد معاشرہ قرآن حکیم سے پوری طرح واقف ہوں اور علوم حدیث سے بھی بہرہ مند ہوں۔

۲۔ قومی استحکام پیدا کر کے بین الاقوامی منزل حاصل کرنے کا تصور اپنے سامنے رکھیں۔

۳۔ مسلمان اُس تدبیر کی واقفیت پیدا کریں جو کائنات میں کام کر رہی ہے۔

۴۔ اسلام عالمگیر ہے۔ یہ ایک فکری نظام ہی نہیں بلکہ ایک نظام تمدن بھی ہے جس پر ساری دنیا کے انسان جمع ہو سکتے ہیں۔

۵۔ افراد معاشرہ کو ایک فکر پر متحد کیا جائے اور سب کی بنیادی تعلیم و تربیت ایک ہو۔

۶۔ تعمیر معاشرہ کے لیے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی بھی ضروری ہے۔

۷۔ معاشرے میں صرف اچھی رسمیں جاری رکھی جائیں۔ اور ان پر ایسے لوگوں کا قبضہ نہ ہونے دیا جائے جو بداخلاق ہوں۔

۸۔ معاشرے میں رفاہیت متوسط (متوسط معیارِ زندگی) قائم کیا جائے۔ رفاہیت بالغہ (بلند معیارِ زندگی) اور رفاہیت ناقصہ (ناقص معیارِ زندگی) دونوں کو روکا جائے۔

۹۔ زندگی اور دین الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں۔ بلکہ زندگی بسر کرنے کے بنیادی انسانی اصول ہی دین ہیں۔ یہی اسلام ہے۔

خرد

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

عہدِ حاضر اور مسلمانوں کی ذمہ داری

محمد طفیل ہاشمی — مظفر آبادی

آج کا انسان فکر و عمل کے میدان تگ و تاز میں اوج کمال پر پہنچ چکا ہے۔ زمان و مکان کی وسعتیں سمٹ گئی ہیں۔ تہذیب نو نے انسان کو معاشی پیداوار، سائنسی انکشافات و ایجادات، تسخیر کائنات اور تزئین تمدن میں بہت آگے بڑھا دیا ہے۔ زمین اپنے بے پناہ خزانے اُگل رہی ہے۔ زراعت، صنعت و حرفت، تعمیر و ترقی، بجلی، ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیلی پرنٹر، کمپیوٹر، جہازرانی اور فضا نوردی میں عظیم کامیابی حاصل کر کے انسان اس قابل ہو گیا ہے کہ چاند کی سرزمین کو اپنے قدموں سے پامال کر رہا ہے۔ فضا میں پھیلے ہوئے سالمات انسان کے پیغامات دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچا رہے ہیں۔ طب و جراحت میں انسان کے کارنامے موجب استعجاب ہیں۔ اب ممکن ہو گیا ہے کہ زندہ جسم کے فاسد اعضاء کو مردہ جسم کے صحت مند اعضاء سے تبدیل کر دیا جائے اور ایک زندہ انسان کسی مردہ انسان کی دھڑکنوں سے اپنی زندگی کو آگے بڑھا رہا ہو۔

الغرض جس طرف نگاہ ڈالیں ایجادات و اختراعات نے دامانِ باغبان سے کف گل فروش تک ایک وادیٔ گل و لالہ کا سماں پیدا کر رکھا ہے۔

بلاشبہ یہ فتوحات بہت عظیم ہیں۔ اس میدان میں سائنس اور انسانی عقل و خرد کی بلند پروازی لائق صد تحسین ہے۔ لیکن یہ امر قابلِ غور ہے کہ ان کارناموں نے کس حد تک انسانیت کو حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار کیا ہے۔ کیا ان سے انسان کی نیکی اور بھلائی میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟ کیا کائنات کو مسخر کرنے والا انسان اپنے نفس کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ کیا ظلمت کدۂ ارض کو بقعۂ نور بنا دینے والی ہستی اپنے تاریک باطن میں کوئی قمقمہ روشن کر سکی ہے؟ ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا!
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں انسان کے مادی علم میں اضافہ ہو رہا ہے انسانی مسائل کی پیچیدگیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس کے پاس زندگی کے تمام وسائل موجود ہیں لیکن اسے جینے کا قرینہ نہیں آیا۔ تہذیب نو نے بہت سے مسائل و مصائب پیدا کر دیے ہیں۔ جو انسانیت کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے طمع و حرص، سنگدلی اور بے دردی، درندگی اور خون آشامی میں انسان کی سطح چوپایوں اور درندوں سے کسی طرح بلند نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا آج کے انسان نے تمدن کی دہلیز پر بھی قدم نہیں رکھا ؎

خاک [illegible] تلا فلک کی سرحدوں کو چھو گیا
اور جب [illegible] نسان کہتے ہیں ابھی غاروں میں ہے

بے پناہ مادی وسائل کے باوجود انسا[illegible]ت و افلاس کا خاتمہ نہیں کر پایا۔ بحر و [illegible]ور شمس و قمر کی تسخیر انسان کو اطمینانِ قلب کی [illegible]ت نہ بخش سکی۔ انسان قتل و غارت گری سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن ہر وقت اپنی بنائی ہوئی مشینوں کے ہاتھوں ہزاروں افرادِ انسانی کو موت کی وادی میں پہنچا رہا ہے۔ ہر وہ قدم جو نوعِ انسانی کی مادی ترقی میں

آگے اٹھتا ہے۔ نئی خواہشات، نئے مسائل اور نئی مایوسیاں لاتا ہے۔ کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں یہ ترقی تباہی اور بربادی کے ان آلات کے ساتھ مربوط ہے جن سے انسانیت کے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے۔ خود غرضی اور نفس پرستی ساری انسانیت کے لیے ناسور بن چکی ہے۔ نئی نسل پچھلی نسل سے یکسر بیزار اور متنفر ہے۔ علم و فن کی ترقی اور مادی وسائل کی وسعت کے باوجود ایک ان جانا خوف، کوئی نامعلوم الجھن، کوئی لاشعوری ڈر اندر ہی اندر انسانوں کو چاٹ رہا ہے انسان نے جس معاشی انصاف کے لیے مذہب و اخلاق، تہذیب و روایات اور امانت و دیانت ہر چیز کی قربانی دے دی تھی وہ معاشی انصاف آج بھی ایک افسانہ ہے۔ روئے زمین کی طنابیں کھینچ جانے کے باوجود قومی، نسلی اور علاقائی تعصبات کی آگ خرمنِ امن کو خاکستر کر رہی ہے۔ انسانی زندگی سے امن و چین رخصت ہو گیا۔ ہر طرف ظلم و استبداد، مکر و دغا، جھوٹ اور فریب کاری کا چلن ہے۔ تجارت میں دھوکہ ہے، تعلقات میں تلخیاں ہیں۔ عدالتوں میں ناانصافی ہے، حکومت میں ظلم ہے، دولت میں بدمستی ہے، اقتدار میں غرور ہے، امانت میں خیانت ہے۔ غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے۔

اگرچہ انسان نے مظاہر فطرت کو مسخر کر کے اور ذروں کا جگر چیر کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ لیکن یہ امور بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ امن و سکون اور اطمینانِ قلب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر ان سے مذکورہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے تو یہ تمام ترقی بیکار محض ہے۔ مادی ترقی کے ان خوفناک نتائج پر خود مغرب کے اہلِ علم مضطرب ہیں۔

مشہور ماہر عمرانیات پروفیسر سارو کن لکھتا ہے۔

"بدیہی شہادتوں کے پیشِ نظر مجھے اس امر کا کاملاً اطمینان ہو گیا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر شعبہ ہماری تنظیم اور ہماری سوسائٹی ایک زبردست بحران سے گزر رہی ہیں۔ جسم کا کوئی حصّہ اور قلب و دماغ کا کوئی ریشہ ایسا نہیں جو صحیح طور پر کام کر رہا ہو۔ ہمارے سارے بدن میں ناسور ہیں۔"

اصل واقعہ یہ ہے کہ جس انہماک سے انسان نے مظاہر فطرت کو مسخر کرنے کا عمل جاری رکھا ہوا ہے اس نے انسان کے ذہن سے یہ بات بھلا دی ہے کہ وہ دراصل انسان ہے جو جسم و ذہن ہی نہیں روح بھی رکھتا ہے جس طرح جسم کے نشو و ارتقاء کے لیے غذا اور ذہن کی بالیدگی کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روح کے اطمینان کے لیے ایمان ناگزیر ہے۔ دورِ حاضر کے مفکر کے الفاظ میں کہ "انسانیت آج جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ہمہ گیر تباہی کا خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ کیونکہ یہ خطرہ ظاہری علامات ہیں۔ اصل مرض نہیں اصل وجہ یہ ہے کہ آج انسانیت کا دامن ان اقدارِ حیات سے خالی ہو چکا ہے۔ جن سے نہ صرف صحت مندانہ بالیدگی حاصل ہوتی ہے بلکہ حقیقی ارتقاء بھی نصیب ہوتا ہے۔"

دور حاضر کا مشہور تاریخ دان اور فلسفہ تاریخ کا ماہر آرنلڈ جے ٹائن بی رقمطراز ہے:

"جدید انسان کا حال جوئے کے اس کھلاڑی کی طرح ہے جس نے اپنا داؤ بڑھاتے بڑھاتے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اس کا بینک اکاؤنٹ، اس کی معاش اور اس کی زندگی سب بساط پر رکھے ہوئے ہیں۔ تعطل بڑا خطرناک ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ بازی مارنی چاہیے لیکن اسے اپنے ہنر پر بھروسہ نہیں جس کے بل پر اسے کامیابی ہو سکے۔ جو مسائل ہمیں درپیش ہیں وہ اس نوعیت کے نہیں کہ ان کا جواب تجربہ گاہوں سے دیا جائے۔ یہ اخلاقی مسائل ہیں اور سائنس اخلاق کے دائرہ میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ اپنے مسائل

کو خالص مادی تدابیر سے حل کرنے کی ہماری موجودہ کوشش واضح طور پر ناکام ثابت ہو چکی ہیں اور ہمارے تمام بلند بانگ دعوے مذاق بن کر رہ گئے ہیں۔ اپنی معاشرتی بیماریوں کو خدا کے بغیر حل کرنے کے نتائج ہمارے سامنے آ چکے ہیں۔ پس دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت ایک فوق الطبیعی ایمان کا احیاء ہے۔"

گویا انسانیت کو موجودہ بحران سے نکالنے اور بنی نوع انسان کو ہمہ گیر تباہی سے بچانے کے لیے ایک ایسے دین کی ضرورت ہے جو ترقی یافتہ دور میں انسانوں کے مسائل حل کر سکے اور انسانوں کو سکون و طمانیت کی متاعِ گرانمایہ سے نواز سکے۔ مسیحیت کی تاریخ اور سائنس و مسیحیت کے تصادم کی داستان اس امر کا بین ثبوت ہے کہ صرف وہی مذہب دورِ حاضر میں انسان کی فلاح اور سکون کا ضامن ہو سکتا ہے۔ جو انسان کا نجی معاملہ بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی رہنمائی کرتا ہو۔

چنانچہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی میں انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کا دعوے دار ہے۔ لہٰذا وقت کی اہم ترین ضرورت اور دکھی انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خمخانۂ حجاز سے اسلام کا زلالِ صافی لے کر تشنہ لبانِ حقیقت کو سیراب کیا جائے اور انسانیت کو اس دائمی اور مکمل ضابطۂ حیات سے روشناس کرایا جائے۔ کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جو فکر و نظر کو بالیدگی، عقل و خرد کو روشنی اور دلوں کو سکون و اطمینان بخشتا ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ آگاہ رہو کہ اللہ کا ذکر دلوں کو اطمینان بخشتا ہے۔

٭ دورِ حاضر کے موجودہ انتشار و اضطراب کا حقیقی سبب مذہب و سیاست میں تفریق اور دین و دنیا میں دوئی کا تصور ہے۔ جس کے نتیجہ میں حاکمیت کی باگ ڈور بعض انسانوں نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے۔ جو خدا کے اقتدارِ اعلیٰ پر دست درازی کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ افکار و عقائد کی تخلیق کریں، شرائع و قوانین وضع کریں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لیے جو چاہیں نظام تجویز کریں۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں نے انسانیت کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور اسے ظلم و ستم کی چکی میں پیسا ہے۔

"عیسائیت" میں مذہب و سیاست کی تفریق درست ہے۔ کیونکہ عیسائیت ایک دین کی بجائے مذہب ہے جو صرف عقائد و رسوم کی حد تک انسانوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے جب کہ اسلام عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، سیاست، معاد غرض ہر پہلو سے کامل نظام ہے جس میں انسان کے لیے انسان کی بندگی اور غلامی کی نفی کر دی گئی

بقیہ: مسلم مشترکہ منڈی

دنیا کا ۱/۵ حصہ یعنی ۷۰ کروڑ کی آبادی دنیا کا ۸۰ فیصد تیل، ۴۰ فیصد پٹ سن، ۱۳ فیصد کاٹن، ۱۱ فیصد تمباکو، ۴۳ فیصد کھوپرا اور کھوپرے کا تیل، ۱۶ فیصد چاول، ۱۰ فیصد گندم، ۳۰ فیصد کاغذ، ۷۰ فیصد قدرتی ربڑ، ۵۲ فیصد ٹین پیدا کرتی ہے مسلم ممالک ایک دوسرے کی مصنوعات پر درآمدی اور برآمدی ڈیوٹی میں کمی کر کے ان کی درآمد و برآمد کی حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں۔

مسلم مشترکہ منڈی کے اغراض و مقاصد یہ ہونے چاہئیں:

۱۔ باہم اشتراک اور بھائی چارہ، ۲۔ ایک دوسرے کی مصنوعات پر درآمدی اور برآمدی ڈیوٹی میں کمی، ۳۔ ایک دوسرے سے فنی مدد اور مہارت حاصل کرنا، ۴۔ ڈاک اور تار کے وسائل کی ترقی، ۵۔ مشترکہ مالیاتی نظام، ۶۔ مشترکہ مالیاتی بنک، ۷۔ علاقائی سالمیت کا تحفظ، ۸۔ مشترکہ ایوانِ تجارت، ۹۔ مشترکہ جہاز ران کمپنی اور ہوائی کمپنی، ۱۰۔ سفر اور رہائش کی سہولتیں، ۱۱۔ ایک دوسرے کی مصنوعات کو ترجیح، ۱۲۔ مشترکہ تجارتی میلوں کا اہتمام، ۱۳۔ ایک دوسرے کی اقتصادی، مالیاتی، فنی اور فوجی امداد، ۱۴۔ مشترکہ منصوبوں کی منظوری، ان پر عمل اور تکمیل، ۱۵۔ اسلام کی عظمت اور سربلندی۔

سن ہجری اور اس کی تاریخی اہمیت

تحریر : محمود عارف لاہور

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں کوئی سن رائج نہ تھا۔ بلکہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی بھی مشہور واقعہ کو لے لیتے اور اس سے سن کا استخراج کرتے تھے واقعہ جتنا عام اور مشہور ہوتا اہل عرب کے لیے اتنا ہی سن کا کام دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عام الفیل ایک مشہور واقعہ ہونے کی وجہ سے زبان زد خاص و عام تھا اس لیے اہل عرب اس سے اندازے اور تخمینے کا کام لیتے تھے۔ علی ہذا القیاس دوسرے واقعات جو عموماً جنگ و جدال پر مشتمل ہوتے تھے۔ اہل عرب کے لیے سن رائج الوقت کا کام دیتے تھے اوائل اسلام یعنی بعثت نبوی سے لے کر حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک سن کے استعمال کرنے کا یہی اصول اور یہی طریقہ رہا۔ مکہ معظمہ کی زندگی کے دوران وہی کے واقعات مسلمانوں کی سوچ اور فکر کے لیے سن بن جاتے تھے چنانچہ سب سے پہلے صحابہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سن بنا اور اسے عام البعثت کا نام دیا گیا پھر اسی طرح دوسرے واقعات سن کے طور اپنائے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور خدیجۃ الکبریٰ جس سال فوت ہوئیں اسے عام الحزن کا نام دیا گیا۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ پیغمبر اسلام نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ اس طرح یہ ہجرت بھی کچھ دنوں تک سن بن گیا۔ مگر جلد ہی دوسرے واقعات نے اس کی جگہ لے لی۔ تا آنکہ پیغمبر اسلام کا وصال ہو گیا اور صحابہ کے لیے یہ مصیبت کا سال بن گیا۔ اور اسے بھی سن کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر فاروق نے مسند خلافت کو زینت بخشی، یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلام کا سیلاب بہت تیزی سے اطراف عالم کی طرف بڑھ رہا تھا جوں جوں فتوحات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا اور صحابہؓ کو غیر اقوام سے ملنے کا موقعہ ملتا تھا تو اس کمی کو بہت شدت سے محسوس کیا گیا کہ اب تک مسلمانوں کے پاس مجموعی طور پر کوئی ایسا سن نہیں جسے کوئی مرکزیت حاصل ہو۔

اس عمومی ضرورت کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی شوریٰ کا اجلاس طلب کیا اور اس کے سامنے یہ صورت حال رکھی اس وقت تمام صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے ہجرت ہی کو سن کے طور پر اپنانے اور استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔

واقعہ ہجرت سن کیوں ؟

اب دیکھنے اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ہجرت کے واقعہ ہی کو سن کیوں بنایا؟ حالانکہ پیغمبر اسلام کی پیدائش اس بات کی مستحق تھی کہ اسے سن بنایا جاتا۔ وہ نہ سہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک اس مقصد کے لیے بہت موزوں ہو سکتی تھی کہ یہی وہ نقطہ آغاز ہے کہ جہاں سے دین اسلام نے سفر شروع کیا اور اس کے بعد وصال مبارک اس لائق اور قابل تھا کہ اسے مرکزیت حاصل ہوتی۔ مگر ان سب سے الگ تھلگ ایک واقعہ ہے کہ جسے نہ پیدائش سے تعلق ہے نہ بعثت سے اور نہ وصال سے، وہی صحابہ کے لیے سب سے بنیادی اور مرکزی واقعہ بن جاتا ہے اور صحابہ کرام اسی کو اپنی تاریخ کے آغاز کا نقطہ اول مانتے ہیں آخر وجہ کیا ہے؟

اس سوال پر غور کرنے سے پہلے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہجرت واقعہ کو پیغمبر اسلامؐ اور اسلام کی زندگی میں کیا حیثیت اور کیا مقام حاصل ہے!

ہجرت سے قبل!

ہم دیکھتے ہیں کہ ہجرت سے قبل :-

(الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح ستایا گیا اور کوشش کی گئی کہ کسی طرح یہ اسلام کی تبلیغ سے رک جائیں۔ اس سلسلہ میں مشرکین مکہ سے جو بن سکا، کرتے رہے اور کبھی پاس اور لحاظ نہ کیا۔

(ب) جو لوگ آپ کو مانتے تھے اور اسلام قبول کر لیتے تھے انہیں طرح طرح سے تنگ اور دق کیا جاتا کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام سے پھر جائیں۔ بلالؓ، عمارؓ، یاسرؓ، سمیہؓ، صہیبؓ اور کتنے ہی ایسے لوگ

ہیں جوان لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان ان کی کوئی امداد نہیں کر سکتے تھے۔

(ج) خود اسلام کو ابھی کوئی مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔

(د) ہر نیا دن، پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کے لیے سخت بن کر آتا تھا۔

اس، مسلمانوں کو آزادی سے عبادت کرنے کی اور آنحضرت صلعم کے پاس آنے جانے کی اجازت نہ تھی اور لوگ چھپ چھپ کر اسلام قبول کرتے تھے اور جب دوسروں کو پتہ چل جاتا تو اسلام قبول کرنے والوں کے لیے مصیبت کھڑی ہو جاتی۔

ان حالات میں اسلام کو ظاہر ہے پنپنے اور پوری طرح نمایاں ہونے کا موقعہ کیسے مل سکتا تھا۔

ہجرت کے بعد

اب آئیے ہم دیکھیں کہ ہجرت کے بعد ان لوگوں کی جو کسمپرسی کے عالم میں مار کھاتے تھے کیا حیثیت ۔ رکیا مقام تھا۔

ہجرت کا واقعہ نتائج کے اعتبار سے اتنا شاندار ہے کہ ہم مستقبل کے تمام کارناموں کو اسی ایک ہجرت کے واقعہ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ گو ہجرت کی ابتداء بیچارگی اور کسمپرسی کے عالم میں ہوئی۔ مگر انجام کار یہی کسمپرسی رنگ لائی اور مسلمانوں کو ایک مضبوط مرکز حاصل ہو گیا۔

ہجرت کے نتائج

(۱) ہجرت کے نتیجہ میں اسلام کو ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ مل گیا جس میں کم از کم اندرونی طور پر فتنے اور کسی قسم کی شرارت کے وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ نہ رہا۔

(۲) اہل اسلام کو آزادی سے رہنے کا موقع ملا اور اس طرح

(الف) اسلام کا طرز معاشرت اور اسلامی سوسائٹی کے خدوخال نمایاں ہوتے۔

(ب) اسلام کے اقتصادی و معاشی پروگراموں کے لیے عملی راہ ہموار ہو گئی۔

(ج) تعلیم و تعلم کے لیے سازگار ماحول میسر آیا۔

(د) آزاد فضا میں رہ کر لوگوں کو اسلام کے سمجھنے اور واقفیت حاصل کرنے میں آسانی ہو گئی۔

(۳) اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے ایک پاکیزہ ماحول اور بہترین معاشرہ میسر آیا چنانچہ اس اندرونی ماحول کی سازگاری کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی جتنی اشاعت، مدینہ کی اقامت کے پہلے سال ہوئی اتنی مکہ معظمہ کے تیرہ سال میں بھی نہ ہو سکی تھی۔

(۴) کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اسے ایک مضبوط اور مستحکم مرکز حاصل ہو تاکہ اس کی بنیاد اور جڑ اتنی مضبوط ہو جائے کہ اسے کسی کی مخالفت بھی ختم نہ کر سکے اسلام کو مرکز مدینہ منورہ حاصل ہوا۔ اور اسلام جہاں کہیں گیا مدینہ ہی سے گیا۔ اور اسی مرکز سے اس کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلی۔ اس طرح اسلام کی تحریک کے لیے مدینہ منورہ ایک مضبوط مرکز بن گیا۔

(۵) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی رہائش کو ترک نہیں فرمایا حالانکہ آپ کے وصال مبارک سے بہت پہلے مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی پوری طرح تربیت کرنے کا موقعہ ملا اور انہیں بدنی و روحانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب تیار کیا۔

(۷) ہجرت کے نتیجہ میں ایک اسلامی مملکت قائم ہوئی جس کے سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اول مدینہ اور اس کے مضافات پر مشتمل تھی مگر رفتہ رفتہ بحر الکاہل سے لے کر بحر اوقیانوس تک، اس کے حدود وسیع ہو گئے۔

(۸) اسلام کی کاملیت اور جامعیت مدینہ منورہ میں جا کر واضح اور نمایاں ہوئی جہاں کہ چھوٹے کام سے لے کر بڑے سے بڑے کام تک قرآن اور سنت رسول علیہ السلام کی روشنی میں حل کیے جانے لگے۔

غرض اسلام اور اہل اسلام کو ظاہری اور معنوی طور پر شوکت و قوت حاصل ہوئی تو وہ مدنی زندگی سے ہوئی لہذا مدنی زندگی، نقطۂ آغاز ہے اسلام کی مسافت کا۔ اس بنا پر صحابہ کرام نے ہجرت کو سن کے طور پر اپنایا تو۔

ہجرت: اسلام کے غلبہ اور ظہور کا نشان ہے۔

ہجرت: اسلام کی سربلندی اور باطل کے سرنگوں ہونے کا اعلان ہے۔

ہجرت: دار الکفر اور کافرانہ معاشرہ سے بغاوت کا اعلان ہے۔

ہجرت: اسلام کو مضبوط تھام لینے اور اپنے خاندان اور دیگر رسم و رواج کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔

سن ہجری:

- اسلام کی تاریخ کا نقطۂ آغاز
- دینی و دنیاوی ترقیوں کا راز
- باطل سے ٹکرا جانے کا اعلان
- اپنے گھر بار کو خدا کے راستے میں چھوڑ دینے کا پیغام۔

آئندہ زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کرنے کا عہد کریں

قائدِ محترم مفتی محمود کی تلقین

جمعیۃ علماء اسلام لاہور سے ایک آٹھ رکنی وفد حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب ناظم مرکزی جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت میں ۱۲ر نومبر ۷۸ء کو راولپنڈی گیا۔ اس وفد میں قائد وفد کے علاوہ میاں محمد حنیف قائمقام امیر جمعیۃ لاہور، مولانا مخدوم منظور احمد نائب امیر لاہور، حافظ محمد یوسف ایڈووکیٹ اور حافظ غلام مرتضیٰ ناظمان جمعیۃ لاہور، میاں عبدالرحمٰن ناظم نشریات، مولانا عبدالحی اعوان سالار اعظم اور اصغر مدیر خدام الدین لاہور جنرل سیکرٹری لاہور جمعیۃ شامل تھے۔ وفد کا مقصد قائد محترم مولانا مفتی محمود سے ملاقات اور ان کی عیادت و تیمارداری تھی۔ چنانچہ پونے ایک بجے کے قریب وفد سیدھا کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں پہنچا۔ اور فوراً ملاقات کا موقع فراہم ہونے پر مفتی صاحب کے کمرہ میں چلا گیا۔ مفتی صاحب تمام احباب سے انتہائی محبت کے ساتھ ملے۔ اور سب کی خیریت دریافت کی۔

اس موقعہ پر پون گھنٹہ کے قریب مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی جن میں ووٹروں کے حلف نامے کی عبارت کی تبدیلی کا مسئلہ بطور خاص شامل تھا۔ وفد نے اس عظیم کامیابی پر مفتی صاحب کو مبارکباد دی۔ انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں کو تلقین کی کہ وہ ملک کے کونے کونے میں پھیل جائیں اور ممبر سازی کا کام انتہائی محنت اور جذبہ وافر کے ساتھ کریں۔ کیونکہ اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کے لیے اس دور میں جماعتی تنظیم ازبس ضروری ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ توقع ہے کہ آئندہ ماہ قاہرہ میں منعقد ہونے والی مؤتمر میں مَیں شرکت کر سکوں گا۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحبان اس وقت تک میرے زخم کے مندمل ہونے کے معاملہ میں پُرامید ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ اب شوگر پر کنٹرول ہے۔ نیز سانس کی تکلیف الحمدللہ بالکل نہیں اور اس عرصہ میں ۳۵ پونڈ وزن کم ہو چکا ہے جب کہ ۶۳ دن میں مَیں نے اناج نام کی کوئی چیز نہیں چکھی۔ وفد نے انہیں وزیر بلدیات خان محمد زمان خان اچکزئی کے لاہور کے دوروں کی تفصیلات بتلائیں اور اس کا اعتراف کیا کہ ان دوروں کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں چنانچہ مفتی صاحب نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ مزید آپ نے لاہور جمعیۃ کے متعلق فرمایا کہ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اب وہاں کام بہتر ہے۔ وفد دعاؤں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا تو شام ۴ بجے راولپنڈی پریس کلب کی ایک تقریب میں شمولیت کی جو قومی اتحاد کی ملک گیر اصلاح معاشرہ مہم کے سلسلہ میں افتتاحی تقریب تھی۔ اس تقریب میں قائد محترم کے علاوہ وزیر بلدیات خان محمد زمان خان اچکزئی، وزیر امور کشمیر حاجی فقیر محمد خان اور وزیر پیداوار پروفیسر غفور احمد کے علاوہ مقامی رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔

مفتی صاحب کی تقریر اسی موقعہ پر ٹیپ کر لی گئی تھی جسے اب قارئین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

مدیر —— علوی

اما بعد : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ . .

. . . . وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ٥

جناب صدر، میرے محترم بزرگو، دوستو اور عزیز بھائیو! یہ تحریک ـــ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جس کا آج افتتاح ہو رہا ہے اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس تحریک کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے پاکستان میں شریعت مقدسہ کے نفاذ کے لیے راستہ ہموار کیا جائے۔ یہ تو طے ہے کہ پاکستان میں اسلام کے سوا کوئی اور نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ تحریک نے یہ بات ثابت کر دی کہ پاکستان کے لوگ ـــ یہاں کے مسلمان ـــ اسلامی نظام کے سوا کسی اور نظام کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن جب حالات سامنے آتے ہیں تو کچھ مشکلات، کچھ دشواریاں بھی پیش آتی ہیں۔ اگر ہم بددیانت ہیں، اگر ہم انفرادی زندگی میں اور اجتماعی میں اسلام کے اصولوں پر خود عمل نہیں کرتے تو ہم نظام حکومت کو بھی بدل نہیں سکتے۔ اگر ہم بددیانت ہیں، امانت دار نہیں ہیں، روزمرہ کے کاروبار میں جھوٹ بولتے ہیں، خائن ہیں اور اسلامی اصول کے مطابق ہماری زندگی نہیں ہے تو ہم سے یہ توقع کرنا کہ ہم یہاں اجتماعی طور پر ملک میں اسلام کو نافذ کر دیں گے، شاید یہ توقع درست نہ ہو۔

میرے محترم دوستو! مجھے یہ اندازہ ہے کہ ایک شخص جو اپنے اوپر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتا وہ کروڑوں انسانوں پر اسلام کو کیسے نافذ کریگا؟ اور اگر میں آپ کو کہوں کہ ایک آدمی اپنی چھوٹی سی مملکت میں ـــ یہ پانچ ساڑھے پانچ فٹ کی مملکت ہے ـــ سر سے لے کر پاؤں تک اس کا رقبہ ہے۔ اگر اس میں اسلام کو نافذ نہیں کرتا جب کہ وہ اس کا خود مختار بادشاہ ہے ـــ اللہ نے اس چھوٹی سی مملکت میں اسے اختیار عطا فرما دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو اگر اس چھوٹے سے ملک میں اس کے اخلاق اسلام کے مطابق نہیں، اس کے معاملات اسلام کے مطابق نہیں، اس کی عبادات میں کوتاہی ہے، اگر وہ ظالم ہے، اگر اس کا دامن غریبوں کے خون سے پلید و ناپاک ہے، خون کے چھینٹے دور سے نظر آتے ہیں، اگر اس کے منہ کو بھیڑیے کی طرح مظلوموں کا خون لگا ہوا ہے، جب اس چھوٹے سے ملک میں وہ ظلم کرتا ہے تو لاکھوں میل کے پاکستان میں کیسے نظام عدل کو نافذ کرے گا؟ پہلے یہاں پر اسلام کو نافذ کرو۔ اگر یہاں پر آپ اسلام کو نافذ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو آپ سے توقع ہے ـــ اور بجا طور پر توقع ہے کہ آپ پورے پاکستان میں بھی اسلام کو نافذ کر سکیں گے ـــ لیکن اگر یہاں پر آپ نے ساڑھے پانچ فٹ کے ملک میں اسلام کو نافذ نہیں کیا تو آپ جھوٹ بولتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ لاکھوں میل کے پاکستان میں اسلام کو نافذ کر دکھائیں گے ـــ اس سے اس کی پھر توقع نہیں کی جا سکتی۔

میرے محترم دوستو! اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو جب تمکنت عطا فرماتے ہیں، اقتدار عطا فرماتے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان کے فرائض کیا ہیں؟ اقاموا الصلوٰۃ کہ سب سے پہلے وہ نماز کو قائم کرتے ہیں ـــ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک انسان اللہ تعالےٰ کی الوہیت اور اس کی برتری کے سامنے جھک جاتا ہے اور اس

یقین کے ساتھ کہ میں کسی بڑی طاقت کے سامنے جوابدہ ہوں ـــ ہر وقت ـــ دن میں پانچ مرتبہ اگر وہ اس کی یاد دہانی اپنے نفس کو کراتا ہے تو کبھی غلطی نہیں کر سکتا ـــ ہماری تمام غلطیاں ـــ ان کی بنیاد یہ ہے کہ ہم خدا سے غافل ہیں ـــ اگر ہم خدا سے غافل نہیں ـــ اگر ہمیں یقین ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ ہمیں دیکھتا ہے ـــ جیسا حدیث میں آتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے عبادت میں احسان ـــ یعنی اچھے طریقہ سے عبادت کرنے کا طریقہ بتلایا ـــ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ـــ کہ آپ ایسے اللہ کی عبادت کریں جیسا کہ تم خدا کو دیکھتے ہو ـــ تمہارے سامنے خدا ہے ـــ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اسے نماز میں تھوک پیدا ہوا ـــ لعاب دہن ـــ تو کہتے ہیں کہ کپڑے سے صاف کر دے یا دائیں بائیں تھوک دے ـــ سامنے کی طرف نہ تھوکے۔ فان ربہ بینہ و بین القبلۃ ـــ اس لیے کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے ـــ سوچو ـــ کس کے سامنے کھڑے ہو ـــ اس کے سامنے تھوکتے ہو ـــ اندازہ لگائیں کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے کی اجازت نہیں اس لیے کہ وہ جو توجہ قائم ہے ـــ تم نے خدا کے ساتھ جو تعلق قائم کر رکھا ہے ـــ وہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے ـــ اور کہتے ہیں کہ اگر تم میں یہ صلاحیت نہیں کہ تم خدا کو دیکھتے ہو ـــ یہ تصور تمہارا پختہ نہیں ہوا تو یہ تصور تو پختہ کر لو کہ خدا تمہیں دیکھتا ہے ـــ یہ تو معمولی بات ہے ـــ تو جو آدمی یہ تصور کرے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے وہ کبھی گناہ نہیں کرے گا ـــ وہ اکیلا ہو کر بھی یہ سمجھے گا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے اس لیے وہ بددیانتی نہیں کرے گا ـــ وہ چوری نہیں کرے گا وہ جھوٹ نہیں بولے گا وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے گا ـــ اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خدا مجھے دیکھتا ہے اور میرے ساتھ ہے۔ اسی طرح وہ لوگ زکوٰۃ دیں گے ـــ زکوٰۃ سے مقصد یہ ہے کہ مساکین، فقراء معاشرہ میں جو لوگ ضعیف اور کمزور ہیں ـــ ان کی مدد کرو۔ اسلام نے اخلاق کی عظیم تعلیم دی ـــ تم اگر خود کھاتے ہو تو دوسرے کو بھی کھلاؤ ـــ انفاق ـــ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا قرآن میں ذکر ہوا ـــ یسئلونک ماذا ینفقون ـــ اے پیغمبر! آپ سے وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں وہ کیا خرچ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ قل العفو ـــ جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔ اسے خرچ کر دو ـــ اگر ہم آج اپنی ضرورتوں سے زیادہ کو خرچ کر دیں ـــ فقراء، مساکین، یتامیٰ، بیوگان، ہمسایہ پڑوسی ـــ پھر تو آپ بتلائیں کہ اس ملک میں کوئی معاشی مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے؟ معاشیات، معاشیات ـــ دنیا میں مسئلہ چھڑا ہوا ہے ـــ میں کہتا ہوں کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرو ـــ اپنی ضرورت سے زیادہ دوسروں پر خرچ کرو ـــ اس کے بعد اس ملک میں کبھی معاشیات کا مسئلہ پیدا نہیں ہو سکتا ـــ اسلام نے بلند اخلاق کی تعلیم دی ـــ اور پھر یہ ہے کہ اسلام نے صرف اپنی اصلاح کی تعلیم نہیں دی بلکہ ـــ امر بالمعروف و نہوا عن المنکر ـــ بھلائی کا ـــ نیکی کا تم دوسروں کو بھی حکم دیا کرو اور برائی سے منع کیا کرو۔ اگر تم جاتے جاتے کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ برائی کر رہا ہے تو اس کو احسن طریق سے،

لڑ کر جھگڑ کر نہیں ـــ ادفع بالتی ھی احسن فاذالذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ـــ آپ دفاع کریں برائیوں کا اس طریق سے جو بہتر ہو ـــ نرمی کے ساتھ پیار کے ساتھ، محبت کے ساتھ، خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ـــ تو فرماتے ہیں ـــ وہ آدمی جس کے درمیان اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا ـــ آپ خیرخواہی کا جذبہ تو دکھائیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل اس لیے الجھے ہیں کہ ہم نے اسلام کے اصولوں پر عمل نہیں کیا ـــ ہم میں رشوت ہے ہم میں چوری ہے، لوٹ مار ہے، دھوکہ دینا ہے، فریب ہے، کون سی بات نہیں ـــ کیا ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ہم آج طے کر لیں کہ آئندہ ہم نے اسلام کے بتلائے ہوئے ایک صحیح راستہ پر چلنا ہے اور ہم نے بددیانتی اور جھوٹ کو ترک کر دینا ہے ـــ کیا ہم آج اس کا عہد نہیں کر سکتے۔ کیا مشکل ہے ـــ کیا دیانتداری کے اصول کے مطابق چلنا مشکل ہے ـــ ایک کاروباری ہے ـــ حدیث میں آتا ہے ـــ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔ کہ ایک تاجر جو سچا اور امانت دار ہو وہ قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا ـــ دو صفتیں بیان فرمائیں ـــ سچا اور امانت دار ـــ یہی دو صفتیں کاروبار میں ضروری ہیں ـــ سچ بولو جھوٹ نہ بولو اور امانت دار ہو خیانت نہ کرے، ایک سرکاری ملازم ہے ـــ تنخواہ لیتا ہے اگر وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے کہ میں جس چیز کی تنخواہ لیتا ہوں اس کو میں نے حلال کرنا ہے۔ حرام نہیں کرنا تو وہ اپنے فرائض دیانتداری سے سرانجام دے گا ـــ اس ملک میں خرابی پیدا نہیں ہوگی ـــ اگر وہ اقربا پروری کرے گا ـــ اگر وہ دوست نوازی کرے گا، اگر وہ ظلم اور زیادتی کریگا، تو پھر سمجھتا ہوں کہ اس کی کمائی حلال کی کمائی نہیں ہو سکتی ـــ حکومت کے اپنے فرائض ہیں کہ رعایا کی مصلحتوں کا خیال رکھے ـــ ایسا حاکم جو اپنی رعایا کی مصالح کا خیال نہیں کرتا میں سمجھتا ہوں وہ سب سے بڑا مجرم ہے ـــ اسی طرح رعایا کی بھی فرض ہے کہ وہ حاکم کا وہ حکم جو اس نے خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق جاری کیا ہو ـــ اسے تسلیم کرے ـــ اس کی اطاعت کرے ـــ خدا کے حکم کے مقابلہ میں کسی کا حکم چلتا ہی نہیں، لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ـــ حدیث میں ہے کہ مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اگر اس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو ـــ انما الطاعۃ فی المعروف ـــ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ طاعت کرنا نیکی میں ہے ـــ فرض ہے ـــ برائی میں کوئی اطاعت نہیں۔ اگر ایک شخص یہ سمجھے کہ حاکم کا جو حکم شریعت کے مطابق ہے اس میں اطاعت میرا فرض ہے اور اگر نہیں تو نہیں ـــ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ـــ ایک مرتبہ ـــ اسمعوا و اطیعوا۔ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری بات سنو اور اطاعت کرو ـــ تو ایک آدمی کھڑا ہوا ـــ اس نے کہا ـــ لا نسمع و لا نطیع ـــ نہ ہم سنتے ہیں نہ اطاعت کرتے ہیں ـــ کیوں ـــ چنانچہ ان پر شرعی نقطۂ نظر سے اعتراض ہوا تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا ـــ خیر انہوں نے جواب دیا اور اسے مطمئن کیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم میں بھی دیانتداری ہو اور حاکم میں بھی ہو اور ہمارے اخلاق

درست ہوں ، ہمارے عمل درست ہوں تو اسلامی نظام کو کوئی روک ہی نہیں سکتا ـــــ ۳۰ ، ۳۱ سال گذر چکے ہیں ـــــ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظام کو ہم نے خود روکا ہُوا ہے ـــــ ہم خود اس کے مجرم ہیں ـــــ ہمیں کون روک سکتا ہے ـــــ حکومت ہماری ـــــ ہم ہیں حکومت ـــــ ۳۱ سال سے آخر اسلام آتا کیوں نہیں ، اس میں ہم مجرم ہیں ـــــ جب تک چھوٹا بڑا ، جوان ، بوڑھا ، مرد ، عورت اپنے آپ کو درست کرکے تیار نہ کریں ـــــ اسلامی اصولوں کے مطابق ـــــ یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوگا ـــــ اور پوری قوم مجرم ہوگی ـــــ میں بہر حال ـــــ بہت سے اور لوگ بھی آئیں گے ـــــ زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ـــــ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے ـــــ کہ میں بھی اصلاح معاشرہ کی تحریک میں شامل ہو جاؤں ـــــ ڈاکٹروں سے اجازت لی ـــــ ہسپتال سے آیا ـــــ تاکہ آغاز کے اجلاس میں شریک ہو کر اس میں حصّہ لے لوں ۔

بہر حال قومی اتحاد نے آج سے پورے ملک میں یہ تحریک شروع کر دی ـــــ لیکن اس کو عشرہ کی صورت میں نہ منائیں کہ دس دن کے بعد ختم ـــــ اس کو ساری زندگی کا منشور بنائیں ـــــ اور زندگی بھر جاری رکھیں ـــــ مجھے امید ہے کہ آپ سب حضرات اس کا اعتراف واقرار کریں گے کہ ہم آئندہ زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کریں گے ـــــ اور جو خرابیاں ہیں ان کو دُور کریں گے ـــــ آپ یہ عہد کر لیں ـــــ درست ہے ـــــ آپ عہد کرتے ہیں یا نہیں ؟ ـــــ (جواب کرتے ہیں) ـــــ جو عہد کرتا ہے وہ ہاتھ اٹھائے (سب ہاتھ بلند ہوتے ہیں) ـــــ نعرۂ تکبیر ـــــ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

مُسلم مُشترکہ منڈی

ارشاد احمد شعبہ اقتصادیات گورنمنٹ کالج لاہور

دوسرے ترقی یافتہ ممالک پر اپنا رعب جما کر جو چاہیں منوا لیتے ہیں یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ مسلم ممالک پھر سے متحد ہو کر ایک طاقت بن کر ابھر رہے ہیں مسلم ممالک کا اتحاد خدا کرے قائم رہے اور یہ ممالک اقتصادی، فنی اور فوجی لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوں مسلم ممالک دنیا کی ایک عظیم طاقت بن کر ابھر سکتے ہیں ۔

اس سلسلہ میں مسلم ممالک اگر یورپی مشترکہ منڈی کی طرح مسلم مشترکہ منڈی بنا لیں تو کوئی وجہ نہیں ہمیں اپنی مصنوعات کی فروخت کے لیے یورپی ملکوں کا سہارا لینا پڑے اور بلا وجہ کی دھونس بھی سننی پڑے مسلم ممالک میں تیل، گیس، لوہے، تانبے، زنک، ربڑ، یورینیم، کروم، ٹن، سلفر، سونے اور کئی اعلیٰ قسم کی دھاتوں کے وافر ذخائر موجود ہیں جنہیں ترقی دے کر ملکی

ہے وہ ایک طاقتور ملک کہلاتا ہے اور ہم سب بخوبی جانتے ہیں "زبردست کا ٹھینگا سر پر" کی مثال صادق ہے اور یہ کہ طاقتور ملک کوئی بھی ملک جو ترقی کی منزلیں سرعت کے ساتھ طے کرنا چاہتا ہے اسے اقتصادی اور فنی اعتبار سے دوسرے ممالک پر سبقت حاصل ہونی چاہیئے اس طرح جو ملک بھی فوجی اور اقتصادی اعتبار سے طاقتور معیشت کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے بیشتر مسلم ممالک تیل، گیس، کھجوریں، تمباکو، کپڑا، سیمنٹ، اون، ایلومینیم ٹن، چائے، کاغذ، پھل، ہوزری کی مصنوعات، چاول، پٹسن وغیرہ کی مصنوعات پیدا کرتے ہیں۔

کوئی بھی مسلم ممالک اپنے طور پر اس قابل نہیں کہ وہ ترقی کی منزلیں بلا روک ٹوک طے کر سکے، کہیں تو افرادی قوت کی بہتات ہے، کہیں مال و دولت کی اور کوئی فنی اعتبار سے ترقی کی دو چار منزلیں طے کر چکا ہے اگر یہ ممالک تجارتی اعتبار سے ایک دوسرے کے وسائل بروئے کار لائیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کی مصنوعات رعایتی داموں ایک دوسرے کے ہاتھوں فروخت کریں تو کوئی وجہ نہیں ترقی کی منزلیں جلد طے نہ کر سکیں ۔

باقی صفحہ ۱۶ پر

شفیق فاروقی

پشاور یونیورسٹی کی طرف سے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری

خصوصی تقریب کی چشم دید رپورٹ

۳۱ اکتوبر مطابق ۲۸ ذی قعدہ کا دن متعلقین دارالعلوم حقانیہ کے لیے خصوصاً اور ملک کے دینی و علمی حلقوں کے لیے عموماً خوشی اور اعزاز و افتخار کا دن رہے گا کہ آج پاکستان کے ممتاز ترین تعلیمی مرکز پشاور یونیورسٹی نے دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں ان کی شاندار تعلیمی خدمات اور امتیازی کارناموں کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹریٹ کی ممتاز ڈگری پیش کی۔ پشاور یونیورسٹی پچھلے سال ڈیڑھ سال سے یہ فیصلہ کر چکی تھی، مگر شیخ الحدیث مدظلہ اپنی طبعی افتاد کی بناء پر یونیورسٹی کی اس خواہش کو ٹالتے رہے، مگر اس دفعہ اصرار کی بناء پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تقریب یونیورسٹی کے وسیع اور شاندار ہال کانووکیشن ہال میں منعقد ہوئی۔ جو یونیورسٹی کے طلباء و طالبات، ممتاز دانشوروں، سکالروں، پروفیسروں اور حکومت کے اہم شعبوں کے سربراہوں اور معزز مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کی صدارت صوبائی گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے کی جو یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ رواج کے مطابق حضرت شیخ الحدیث کو گورنر سنڈیکیٹ کے ممبران کے ساتھ جلوس کی شکل میں ڈائس پر لانا تھا۔ مگر آپ کی ضعف و علالت کی بناء پر پہلے ہی سے آپ کو ڈائس پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ ایک نامور جرمن مستشرق خاتون ڈاکٹر این میری شمل کو بھی ڈگری دی گئی۔ جنہیں مشرقی علوم بالخصوص مولانا رومیؒ اور اقبالیات پر دسترس حاصل ہے۔ ڈگری دینے سے قبل پشاور یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر جناب اسماعیل بھٹی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث کے مختصر مطبوعہ سوانح اور خدمات سے انگریزی میں سامعین کو روشناس کیا اور کہا کہ:

"مولانا عبدالحق حقانی نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ معروف مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئی سے بھی فیض حاصل کیا۔ درس نظامی کی سند دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ پھر بطور مدرس اپنے مستقبل کا آغاز دارالعلوم دیوبند سے کیا اور ہزاروں طالبعلموں نے وہاں مولانا سے فیض حاصل کیا۔ مولانا صاحب نے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے بہت سی اسلامی کتابیں لکھیں۔ مولانا صاحب سوشل ریفارمر (سماجی مصلح) کی حیثیت سے بھی بہت خوب پہچانے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب کی خدمات اسلام کی تدوین و ترویج، معاشرے کی اصلاح اور تعلیمی ترقی میں بہت نمایاں ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کی ان گوناگوں ناقابل فراموش خدمات کو دیکھتے ہوئے سنڈیکیٹ آف پشاور یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مولانا صاحب (DOCTOR OF DIVINITY) دکتور الہیات کی ڈگری پانے کی مستحق شخصیت ہیں۔"

اس کے بعد صوبائی گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے مختصر الفاظ میں مولانا مدظلہ کو خراج تحسین پیش

کیا اور مصافحہ کے بعد مولانا کو چاندی کے منقش کیس میں ڈگری پیش کی اور ہال حاضرین کی زبردست تالیوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا —— اس کے بعد منتظمین کی خواہش پر مولانا مدظلہٗ نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی اور دعائیہ کلمات سے اختتام کے بعد گورنر صاحب نے تقریب کے اختتام کا اعلان کیا۔ مولانا کی تقریر یہ ہے:

تقریر

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، محترم بزرگو، میرے پاس الفاظ نہیں کہ چانسلر صاحب، وائس چانسلر صاحب، سنڈیکیٹ کے ممبران، اساتذہ، طلبہ اور آپ سب حضرات کا شکریہ ادا کر سکوں کہ مجھ جیسے ادنیٰ ترین طالب العلم کو ایسی اونچی جگہ پر جہاں علماء اور فضلاء کا اجتماع ہے اور جو پاکستان کی ممتاز اور عظیم یونیورسٹی ہے حاضر ہونے کا موقع دیا۔ اور ایسے اعزاز سے نوازا۔

حضرات! یہ علم کا مرکز ہے۔ ہم اور آپ سب طالب العلم ہیں۔ اور علم کو اللہ نے بڑی فضیلت دی ہے۔ ہم سب کے دادا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو علم کی وجہ سے، وہ اپنے وقت کے سائنس کے بھی عالم تھے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حقائق و خواص اشیاء کا علم دیا۔ سائنس بھی حقیقتوں کا موجد نہیں مظہر ہے مخفی چیزوں سے پردہ ہٹانا۔ اس کا کام ہے انکشاف وظہور۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو ہر چیز کے موجد ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ موجودہ زمانہ سائنس سے قرآن کی تائید ہو رہی ہے۔ پہلے جب کہا جاتا تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج آسمانوں کی طرف گئے تو یہ فلاسفر مذاق اڑاتے تھے۔ مگر جدید سائنس نے ثابت کر دیا کہ انسان جب چاند ستاروں، زہرہ اور مریخ تک پہنچ سکتا ہے تو ایک نبی روحانی اور خدائی طاقت کے ذریعہ آسمانوں سے بھی یقیناً اوپر جا سکتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ عرشِ معلّٰی کی بات حضورِ اقدس سُن رہے ہیں تو لوگ مذاق اڑاتے کہ مولوی کیسی بات کرتا ہے۔ مگر اب راکٹ میں سوار فلکیات کے اونچے مقامات پر چاند پر جانے والے افراد کو زمین سے ہدایات دی جاتی رہی ہیں۔

محترم بزرگو! علم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت وحی متلو یعنی قرآن مجید سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا سب سے پہلا لفظ اقراء ہے۔ یعنی پڑھو، اللہ کا نام لے کر پڑھو۔ قرآن مجید میں وحدانیت کا مسئلہ بھی ہے، نبوت کا بھی ہے۔ معاشیات کا بھی مسئلہ ہے، اخلاقیات بھی ہیں۔ مگر اللہ کا پہلا فرمان ہے: اقراء باسم ربک الذی خلق۔ الآیۃ۔ اور اسی علم کی وجہ سے طالوت کا انتخاب ہوا تو مخالفین نے کہا کہ یہ تو کمتر قبیلے والا ہے اور غریب ہے اس کو خلافت کیسے دی گئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وزادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم —— علم میں اللہ نے انہیں وافر حصّہ دیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ مدارِ فضیلت اور مدارِ خلافت علم ہے۔ بسطۃً فی العلم۔ خداوند کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی علم حقیقی قرآن مجید کے مطابق کر دیں۔

محترم بھائیو اور بزرگو! اگر دین آئے گا تو یقیناً دنیا کی ہر چیز مسخر ہو جائے گی۔ واقعات آپ واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا تھا مسلمانوں نے قبضہ کیا تو دیکھا کہ ایسے موقع پر لوگ جاہلیت کی رسم کے مطابق ایک نوجوان خوبصورت عورت کو اچھے کپڑے پہنا کر دریا کی

گہرائیوں میں ڈبو دیتے تھے۔ جان کا نذرانہ پیش کرتے کہ دریا چڑھ جاتے۔ حاکم وقت حضرت عمرو بن العاص کو بتایا گیا تو فرمایا، ہم تو اسلام کے ماتحت حکومت چلا رہے ہیں۔ مجھے دیکھنا ہے کہ ایسا کرنا اسلام میں جائز ہے یا ناجائز۔ تو حضرت امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ یہاں ایسی جاہلانہ رسم جاری ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام ایک مختصر چٹھی لکھ کر بھیج دی۔ لکھا کہ: ان کنت تجری بامر اللہ فاجرو الّا فلاحاجۃ لنا الیک اگر اللہ کی مرضی سے چلتا ہے تو بہتے رہو ورنہ ہمیں کوئی حاجت نہیں، چٹھی کو دریا میں ڈالا گیا تو اسی وقت دریائے نیل میں طغیانی آ گئی۔

حضرت علاء حضرمیؓ صحابی ہیں۔ فوج کے ساتھ ایسے علاقے میں پھنس گئے۔ جہاں پانی نہ تھا۔ لوگ پیاسے تھے، وضو کا انتظام نہیں تھا۔ فرمایا تیمم کر کے نماز پڑھو اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ یا اللہ! ہم آپ کی راہ میں دین کی اشاعت اور مضبوطی کے لیے لڑ رہے ہیں، یا اللہ ہمیں پانی عطا فرما۔ اسی وقت زمین سے پانی کے چشمے اُبل پڑے۔

تو دین مخدوم ہے اور دنیا خادم ہے۔ اس دین کے لیے اللہ اور اللہ کے احکام اور رسول اللہ کے احکام ماننے کے لیے اللہ نے حضور کو بھیجا۔ اگر اس کی پیروی کی جاتے تو یقیناً ہر چیز ہمارے لیے مسخر ہو جاتے گی۔ وسخرلکم ما فی الارض جمیعاً۔ ہر چیز مسخر ہو گی۔

محترم بھائیو! ایک وقت وہ تھا کہ عوام دین کو چاہتے تھے۔ مگر حکومت انگریزوں کی تھی۔ ہندو نہیں چاہتے تھے کہ دین آ جاتے۔ بابو حکمران نہیں چاہتے تھے۔ مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ ہمارے جنرل ضیاء الحق صاحب اور حکومت کے دیگر زعماء اور لیڈر سب اپنی تقاریر کا آغاز بسم اللہ سے کرتے ہیں اور اسلام کا ذکر کرتے ہیں۔ استحکامِ دین اور دین پر چلنے کی ہدایات دیتے ہیں کہ اجتماعی اور انفرادی زندگی میں دین کو اپنایا جاتے۔

تو فضا بہت سازگار ہے اور انشاء اللہ یہی آپ لوگ جو فضلاء ہیں اور جو طلباء ہیں اور منتظر ہیں کہ آگے چل کر کرسیوں پر بیٹھیں گے، باگ ڈور سنبھالیں گے تو آپ لوگ دین سے آراستہ ہو کر دین کی بڑی خدمت کر سکیں گے۔ اور اگر دین کی خدمت کریں گے تو انشاء اللہ یہ پاکستان بھی مستحکم ہو گا۔ تمہاری بات کا بھی وزن ہو گا اور اقوام عالم میں تمہاری قدر ہو گی۔

آخر میں یہ گناہ گار ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہے، جس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔

دارالعلوم حقانیہ میں شکریہ کی تقریب

حضرت شیخ الحدیث کی اعزازی ڈگری کی خبر سے دینی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور گوشے گوشے سے مبارکباد کے پیغام آنے لگے کہ یہ صرف حضرت شیخ الحدیث کا نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء بلکہ درسِ نظامی کے ہر فارغ التحصیل عالم کی علمی عظمت و اہلیت کا اونچی سطح پر ایک اعتراف تھا۔ اس سلسلہ میں ۲۱ نومبر کو دارالحدیث میں طلباء و اساتذہ دارالعلوم حقانیہ کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں ایک طرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو مبارکباد دی گئی اور دوسری طرف ایک قرارداد کی شکل میں پشاور یونیورسٹی کے ارباب بسط و کشاد، وائس چانسلر اور سنڈیکیٹ کے تمام ممبران کو علوم دینیہ کی اس قدر شناسی پر زبردست

خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے دارالعلوم حقانیہ اور پشاور یونیورسٹی کے باہمی علمی روابط کے استحکام کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین اور مولانا محمد علی صاحب اساتذہ دارالعلوم نے خطاب کیا۔ اس تقریب میں دارالعلوم حقانیہ کے دورۂ حدیث کے طالب علم مولانا سعید الرحمان نعمانی کو جو پچھلے سال پورے ملک میں وفاق المدارس کے امتحانات میں فسٹ آئے مبارک دی گئی۔ اور دارالعلوم کی طرف سے گراں قدر کتابوں کا تحفہ بطور انعام دیا گیا۔

بقیہ: اداریہ

اسے یہ اندازہ ہی نہیں کہ وہ کیا ہے اور اسے دنیا میں کس انداز سے رہنا ہے؟ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم لوگ درجنوں ممالک میں بٹے ہوئے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

کیا یہ المیہ نہیں کہ ایران نے اڑھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کا جشن منایا اور اس طرح ملت کا منہ چڑایا۔ ہماری تاریخ تو چودہ سو سال پر پھیلی ہوئی ہے لیکن ایران نے مخصوص و معلوم عوامل کی بنیاد پر اڑھائی ہزار سالہ جشن منایا اس میں پاکستان کے اس وقت کے صدر یحییٰ خان سمیت متعدد ممالک کے ذمہ دار لوگ شریک ہوئے۔ ہم نے اس وقت بھی اس پر صدائے احتجاج بلند کی تھی اور یہ کہا تھا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں طرزِ عمل ایران کو نہ لے ڈوبے۔ آج وہ خطرہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہے اور ایران پریشانی کے عالم میں مبتلا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی المیہ تھا اور ہے کہ مسلمانوں کے مجموعی دشمن اسرائیل کو ایران سے باقاعدہ تیل ملتا رہا اور پچھلی عرب اسرائیل جنگ کے موقعہ پر جب تمام دنیا نے جنگی ہتھیار کے طور پر تیل بند کیا تو ایران نے تب بھی ملت کا ساتھ نہ دیا۔

ہمیں اس صورتِ حال کا شدید قلق ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ ایران اس طرح تباہ ہو کیونکہ بہرحال اس کا سارا نقصان مسلمان ہی کو ہوگا۔ بلکہ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس صورتِ حال کی اصلاح کے لیے ملت اسلامیہ آگے بڑھے اور اس مسئلہ کو اپنے طور پر حل کرے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک ارب پر مشتمل مسلمان قوم جو درجنوں ممالک پر مشتمل ہے۔ اس کا اپنا کوئی اجتماعی پلیٹ فارم نہیں۔ جو بدبخت عناصر ہماری پریشانی کا باعث بنتے ہیں انہی سے ہم علاج کروانے چل نکلتے ہیں جس سے نقصان دوچند ہوتا ہے۔ اور نازک موڑ پر ہمارے حکمران اسلام کی دُھائی دینا شروع کر دیتے ہیں جبکہ اسلام عسر کے دنوں کے ساتھ ساتھ یسر اور آسانی کے دنوں میں بھی اپنانے اور عمل کرنے کا مذہب ہے۔ ہم جہاں ایرانی عوام کی بہتری کے لیے دعاگو ہیں وہاں پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک کے ذمہ دار عناصر سے درخواست کرتے ہیں کہ اس سے قبل کہ خونی اقوام ایران کو کسی بڑی جنگ کا اکھاڑہ بنائیں آپ آگے بڑھیں اور متحارب طبقات میں مصالحت کا ڈول ڈالیں تاکہ ایرانی بھائی مزید تباہی سے بچ جائیں۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ آواز ذمہ دار عناصر تک ضرور پہنچے گی اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں گے۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

ہے جب اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہو اور فکر و نظر عقاید و نظریات درست ہوں۔ جہاں جہالت ہو گی وہاں اعمالِ صالحہ کا پودا کبھی پھل پھول نہیں لا سکتا۔

یہ ضروری نہیں کہ نجات کے لیے کسی نہ کسی دارالعلوم سے سندِ فراغت ہی حاصل کی جائے یا کسی یونیورسٹی سے ڈگری لی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ عقائد صحیح ہوں اور ہر مسلمان کو جو بھی وہ کرتا ہے اس کے بارے میں علم ہو کہ اس کے کرنے کا شرعی اور دینی طریقہ کیا ہے۔ حکمران ہے تو اسے رعایا پر حکومت کرنے کے اسلامی احکام و آداب سے، تاجر ہے تو تجارت کے اسلامی اصول و احکام سے، ملازم یا مزدور ہے تو مزدوری اور ملازمت کے اسلامی ضابطوں سے، کارخانہ دار ہے تو مزدوروں اور ملازمین سے معاملہ اور برتاؤ کرنے کے حق و انصاف پر مبنی احکام سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح عالم دین ہے تو اسے علمِ دین اور احکامِ شرعیہ پر سختی سے کاربند رہنا چاہیے۔ بغض، حسد، ریاکاری اور کتمانِ حق جیسے جرائم و امراض سے خود کو پاک رکھے اور اگر حسد اور کینہ سے دل کا شیشہ آلودہ ہو گیا تو نجاتِ اُخروی کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ علمِ دین کے ساتھ اخلاص نہ ہونا موجبِ فساد ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات یہ ہیں کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں متفرق و منتشر نہ ہو جاؤ، لیکن جب اخلاص و للہیت نہ ہو گی تو بغض و حسد جیسی امراض دلوں کو مردہ کر دیں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انسانی جسم میں موجود گوشت کا یہ لوتھڑا اگر صحیح ہو تو سارے جسم کا نظام صحیح رہتا ہے۔ اگر اس میں کوئی خرابی اور فساد ہو تو پورے جسم میں فساد، بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان اور زبان سے جتنے اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا دارومدار بھی دل کے عمل پر ہے۔ اس لیے اہل اللہ تزکیہ نفوس کے لیے ذکرِ الٰہی کی تلقین فرماتے ہیں اور دل پر جو میل اور زنگ اعمالِ قبیحہ سے لگ جاتا ہے۔ وہ خدائے قدوس کے پاک اور بزرگ و برتر نام کے ذکر سے ہی زائل ہو سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کے روز اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ذکر و استغفار کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بشرطیکہ ان کے دلوں میں بغض و کینہ نہ ہو۔ حسد و بغض ایسی شدید امراض ہیں کہ جو ایمان، امن اور اطمینان کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ بھوکے بھیڑیے اگر بھیڑوں کے ریوڑ پر حملہ آور ہوں تو ان کی چیر پھاڑ اور درندگی سے اس قدر نقصان نہیں پہنچ سکتا جتنا کہ حسد اور کینہ مسلمانوں کے دین کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اس لیے ہمہ وقت اللہ تعالےٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں علم نافع، عمل صالح نصیب ہو اور بغض، حسد، کینہ و ریاکاری سے اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کو پاک اور صاف رکھے۔ آمین ثم آمین!

آیت کریمہ

حسبِ سابق

۷ دسمبر جمعرات بعد نماز مغرب

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ مجلس ذکر کے بعد آیت کریمہ کا ورد کرائیں گے۔
شرکت کے لیے دعوتِ عام ہے۔

(ادارہ)

بچوں کا صفحہ

آدابِ خور و نوش

جناب حبیب اللہ خاں سالاری

پیارے بچو! آپ کے لیے مستقل عنوان "آداب" پسند کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ اس عنوان کے تحت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف گوشے بیان کیے جائیں گے اور تمہیں بتایا جائے گا کہ آپؐ کس طرح کھاتے پیتے، رہتے سہتے، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور دوسرے کام کرتے تھے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آپؐ کی ساری زندگی سراپا رحمت اور نعمت ہے۔

بس یقین رکھیے کہ جو بچہ آپؐ کی زندگی کے انداز پر اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرے گا۔ وہ یقیناً اللہ کی بے انتہا رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

"جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت
کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

علامہ اقبالؒ نے اس چیز کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے؎

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

پیارے بچو! آؤ ہم بھی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا عہد کریں۔ یہ عہد اس طرح پورا ہو گا کہ ہم بھی وہی کام کرنے لگیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے تھے۔ اور ان کاموں کو نہ کریں جن سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔

کھانے پینے کے آداب

چونکہ کھانے پینے کا مسئلہ صبح و شام کا مسئلہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اسے ہی بیان کریں۔ اور دیکھیں کہ آپؐ کس طرح کھاتے پیتے تھے۔

یاد رکھیے! کہ جب تم حضورؐ کے طریقوں پر کھانے پینے کا اہتمام کرنے لگو گے تو اللہ تعالےٰ کی بے انتہا رحمتیں اور نعمتیں تم پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی اور وہ تم کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دیں گی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے

۱۔ جب آپؐ کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ دھو کر بیٹھتے تھے۔

۲۔ دستر خوان بچھاتے۔

۳۔ کھانا لگاتے۔

۴۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے تھے۔

۵۔ کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاتے تھے۔

۔ اکڑوں بیٹھ کر یا بعض دفعہ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں بچھا کر کھاتے تھے۔

۶۔ پانی کا برتن دائیں ہاتھ میں پکڑتے تھے۔

۷۔ بسم اللہ پڑھ کر تین بار سانس لے کر پانی پیتے اور الحمد للہ کہتے تھے۔

۸۔ اگر لقمہ کبھی دستر خوان پر گر جاتا تو صاف کر کے کھا لیتے تھے۔ اگر روٹی کے ریزے دستر خوان پر جھڑ جاتے تو انہیں اکٹھا کر کے کھا لیتے تھے۔

۹۔ کھانا گرم گرم نہیں بلکہ ٹھنڈا کر کے تناول فرماتے تھے۔

۱۰۔ کھانا اپنے سامنے سے کھاتے تھے بیچ میں ہاتھ نہ مارتے تھے۔

۱۱۔ اکیلے سے ساتھ مل کر کھانے کو پسند فرماتے تھے۔

۱۲۔ کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے سستی اور کاہلی آتی ہے۔ اور

پیٹ کی مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۳۔ کھانا جوتا اتار کر کھاتے تھے۔

۱۴۔ کھانا اگر پسند نہ آتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے مگر کھانے میں نقص نہ نکالتے تھے۔

۱۵۔ کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد الحمد للّٰہ الّذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین کہتے تھے۔ جس کے معنی ہیں۔ کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا شکر کرنے والوں میں سے۔

۱۶۔ اگر آپ کھا رہے ہوتے تھے اور کوئی باہر سے آجاتا تھا تو آپ اسے حقیقی دعوت دیتے تھے آج کل کے لوگوں کی طرح ایسا نہیں کرتے تھے کہ کھانا کھلانا تو مقصود نہیں مگر کھانے کے لیے رسمی اور مصنوعی دعوت دے دیتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ اس جھوٹ سے راضی نہیں ہوتا کہ زبان پر کچھ اور دل میں کچھ اور۔

اگر کھانے پر بلایا جانے والا شخص کھانا نہ کھانا چاہے تو اسے جواباً "بسم اللہ کیجیے" نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ بارک اللہ کہنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کھانے میں برکت عطا فرمائے۔

۱۷۔ کھانا کھا چکنے کے بعد الحمد للہ کہتے، ہاتھ دھوتے اور کلی کر لیتے تھے۔

۱۸۔ آپ تکیہ لگا کر، چوکڑی مار کر، لیٹ کر اور آج کل کی طرح جانوروں کی مانند چل پھر کر نہیں کھاتے تھے۔

پیارے بچو! اس طرح ہرگز نہ کھاؤ، یہ طریقے سنت کے خلاف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غصے اور غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

۱۹۔ عزیز بچو! اگر کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ نہیں یاد رہے تو جس وقت بھی کھاتے ہوئے یاد آئے فوراً بسم اللہ اوّلہ وآخرہ پڑھ لو۔ اس سے کھانے میں برکت لوٹ آتی ہے اور شیطان مردود بھی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے

۲۰۔ بچو! دسترخوان پر سے گرے پڑے روٹی کے ٹکڑے اور ریزے چن کر ضرور کھا لیا کرو اس سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ اس میں شفا، برکت اور رحمت ہے۔

۲۱۔ کھانے کے بیچ میں ہرگز ہاتھ نہ مارا جائے اس کو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ بیچ میں اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ کھانا ختم نہ ہو جائے۔ ویسے بھی کھانے کے بیچ میں ہاتھ مارا جائے کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

۲۲۔ مل کر ایک ساتھ کھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی اور خوشحالی آتی ہے۔

۲۳۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کھانے کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ بچو! تم بھی حرام سے بچو

ارشاداتِ نبویؐ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَزَادَ ، قَالَ اَبُوْصَالِحٍ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : فَاَرْبَعَةً ؟ قَالَ لَا يَضُرُّكَ" رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ : كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُنَاجِيَهُ وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا : اِسْتَاْخِرَا شَيْئًا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تین شخص ہوں، تو ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں (امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے) ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں ــ کہ ابوصالح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضؓ سے عرض کیا کہ اگر چار شخص ہوں ــ تو ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام مالکؒ نے موطا میں عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن عمر رضؓ خالد بن عقبہ کے مکان پر تھے۔ جو بازار میں تھا تو ایک شخص اس ارادے سے آیا۔ کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ سے سرگوشی کرے اور حضرت ابن عمر رضؓ کے پاس میرے علاوہ اور کوئی شخص نہیں تھا۔ تو حضرت ابن عمر رضؓ نے ایک اور شخص کو بلا لیا حتّٰی کہ ہم چار آدمی ہوگئے۔ تو حضرت ابن عمر رضؓ نے مجھ سے اور اس تیسرے آدمی سے جس کو بلایا تھا کہا کہ کچھ دور ہو جاؤ۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ دو آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

جس شخص نے عیب دار چیز بیچی اور خریدار کو عیب سے آگاہ نہ کیا اس پر خدا کا غصہ بھڑکتا رہتا ہے۔ اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور سات باتوں سے منع فرمایا ہے۔ حکم ان باتوں کا دیا ہے کہ مریض کی عیادت کریں۔ جنازے میں شرکت کریں، چھینک آنے پر الحمد للہ کہیں، قسم پوری کریں، مظلوم کی مدد کریں، دعوت قبول کریں اور ہر مسلمان کو سلام کہیں۔

اور جن سات باتوں سے منع فرمایا وہ یہ ہیں کہ سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے سے، چاندی کے برتن میں پینے سے، سرخ ریشمی زین پوش استعمال کرنے سے، کسی کو کھوٹا سکہ دینے سے، استبرق اور دیباج و دیباد کے کپڑے استعمال کرنے سے۔

اللہ تعالٰے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کل پاکستان ختمِ نبوّت کانفرنس چنیوٹ

مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان کے زیرِ اہتمام ۲۶ ویں سالانہ کل پاکستان ختمِ نبوۃ کانفرنس چنیوٹ میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ مکاتیبِ فکر کے علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ اور کانفرنس میں قومی اتحاد کے رہنما، وفاقی وزراء اور ملک بھر کے مندوبین شریک ہو رہے ہیں۔ اس سیاسی، مذہبی اختلاف کے دور میں یہ کانفرنس اتحاد بین المسلمین کا مظہر ہوگی۔ کانفرنس کی صدارت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کریں گے۔ جبکہ مہمانِ خصوصی مولانا مفتی محمود ہونگے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | فون نمبر ۴۷۵۲۵

اسلامی کیلنڈر ۱۳۹۹ھ

محرم الحرام ۱۳۹۹ھ — دسمبر ۱۹۷۸ء

جمعہ	(۱)	۷ (۸)	۱۴ (۱۵)	۲۱ (۲۲)	۲۸ (۲۹)
ہفتہ	۱ (۲)	۸ (۹)	۱۵ (۱۶)	۲۲ (۲۳)	۲۹ (۳۰)
اتوار	۲ (۳)	۹ (۱۰)	۱۶ (۱۷)	۲۳ (۲۴)	۳۰ (۳۱)
پیر	۳ (۴)	۱۰ (۱۱)	۱۷ (۱۸)	۲۴ (۲۵)	☼
منگل	۴ (۵)	۱۱ (۱۲)	۱۸ (۱۹)	۲۵ (۲۶)	☼
بدھ	۵ (۶)	۱۲ (۱۳)	۱۹ (۲۰)	۲۶ (۲۷)	☼
جمعرات	۶ (۷)	۱۳ (۱۴)	۲۰ (۲۱)	۲۷ (۲۸)	☼

صفر المظفر ۱۳۹۹ھ — جنوری ۱۹۷۹ء

جمعہ	☼	۵ (۵)	۱۲ (۱۲)	۱۹ (۱۹)	۲۶ (۲۶)
ہفتہ	☼	۶ (۶)	۱۳ (۱۳)	۲۰ (۲۰)	۲۷ (۲۷)
اتوار	☼	۷ (۷)	۱۴ (۱۴)	۲۱ (۲۱)	۲۸ (۲۸)
پیر	۱ (۱)	۸ (۸)	۱۵ (۱۵)	۲۲ (۲۲)	۲۹ (۲۹)
منگل	۲ (۲)	۹ (۹)	۱۶ (۱۶)	۲۳ (۲۳)	۱ ربیع الاول (۳۰)
بدھ	۳ (۳)	۱۰ (۱۰)	۱۷ (۱۷)	۲۴ (۲۴)	۲ (۳۱)
جمعرات	۴ (۴)	۱۱ (۱۱)	۱۸ (۱۸)	۲۵ (۲۵)	۳ (یکم فروری)

ربیع الاول ۱۳۹۹ھ — فروری ۱۹۷۹ء

جمعہ	۴ (۲)	۱۱ (۹)	۱۸ (۱۶)	۲۵ (۲۳)	☼
ہفتہ	۵ (۳)	۱۲ (۱۰)	۱۹ (۱۷)	۲۶ (۲۴)	☼
اتوار	۶ (۴)	۱۳ (۱۱)	۲۰ (۱۸)	۲۷ (۲۵)	☼
پیر	۷ (۵)	۱۴ (۱۲)	۲۱ (۱۹)	۲۸ (۲۶)	☼
منگل	۸ (۶)	۱۵ (۱۳)	۲۲ (۲۰)	۲۹ (۲۷)	☼
بدھ	۹ (۷)	۱۶ (۱۴)	۲۳ (۲۱)	۳۰ (۲۸)	☼
جمعرات	۱۰ (۸)	۱۷ (۱۵)	۲۴ (۲۲)	۱ ربیع الثانی (یکم مارچ)	☼

ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ — مارچ ۱۹۷۹ء

جمعہ	۲ (۲)	۹ (۹)	۱۶ (۱۶)	۲۳ (۲۳)	☼
ہفتہ	۳ (۳)	۱۰ (۱۰)	۱۷ (۱۷)	۲۴ (۲۴)	☼
اتوار	۴ (۴)	۱۱ (۱۱)	۱۸ (۱۸)	۲۵ (۲۵)	☼
پیر	۵ (۵)	۱۲ (۱۲)	۱۹ (۱۹)	۲۶ (۲۶)	☼
منگل	۶ (۶)	۱۳ (۱۳)	۲۰ (۲۰)	۲۷ (۲۷)	☼
بدھ	۷ (۷)	۱۴ (۱۴)	۲۱ (۲۱)	۲۸ (۲۸)	☼
جمعرات	۸ (۸)	۱۵ (۱۵)	۲۲ (۲۲)	۲۹ (۲۹)	☼

جمادی الاول ۱۳۹۹ھ — مارچ اپریل ۱۹۷۹ء

جمعہ	۱ (۳۰)	۸ (۶)	۱۵ (۱۳)	۲۲ (۲۰)	☼
ہفتہ	۲ (۳۱)	۹ (۷)	۱۶ (۱۴)	۲۳ (۲۱)	☼
اتوار	۳ (۱)	۱۰ (۸)	۱۷ (۱۵)	۲۴ (۲۲)	☼
پیر	۴ (۲)	۱۱ (۹)	۱۸ (۱۶)	۲۵ (۲۳)	☼
منگل	۵ (۳)	۱۲ (۱۰)	۱۹ (۱۷)	۲۶ (۲۴)	☼
بدھ	۶ (۴)	۱۳ (۱۱)	۲۰ (۱۸)	۲۷ (۲۵)	☼
جمعرات	۷ (۵)	۱۴ (۱۲)	۲۱ (۱۹)	۲۸ (۲۶)	☼

جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ — اپریل مئی ۱۹۷۹ء

جمعہ	۲۹ (۲۷)	۶ (۴)	۱۳ (۱۱)	۲۰ (۱۸)	۲۷ (۲۵)
ہفتہ	۳۰ (۲۸)	۷ (۵)	۱۴ (۱۲)	۲۱ (۱۹)	۲۸ (۲۶)
اتوار	۱ جمادی الثانی (۲۹)	۸ (۶)	۱۵ (۱۳)	۲۲ (۲۰)	۲۹ (۲۷)
پیر	۲ (۳۰)	۹ (۷)	۱۶ (۱۴)	۲۳ (۲۱)	رجب (۲۸)
منگل	۳ (یکم مئی)	۱۰ (۸)	۱۷ (۱۵)	۲۴ (۲۲)	۲ (۲۹)
بدھ	۴ (۲)	۱۱ (۹)	۱۸ (۱۶)	۲۵ (۲۳)	۳ (۳۰)
جمعرات	۵ (۳)	۱۲ (۱۰)	۱۹ (۱۷)	۲۶ (۲۴)	۴ (۳۱)

رجب المرجب ۱۳۹۹ھ — جون ۱۹۷۹ء

جمعہ	۵ (۱)	۱۲ (۸)	۱۹ (۱۵)	۲۶ (۲۲)	☼
ہفتہ	۶ (۲)	۱۳ (۹)	۲۰ (۱۶)	۲۷ (۲۳)	☼
اتوار	۷ (۳)	۱۴ (۱۰)	۲۱ (۱۷)	۲۸ (۲۴)	☼
پیر	۸ (۴)	۱۵ (۱۱)	۲۲ (۱۸)	۲۹ (۲۵)	☼
منگل	۹ (۵)	۱۶ (۱۲)	۲۳ (۱۹)	۳۰ (۲۶)	☼
بدھ	۱۰ (۶)	۱۷ (۱۳)	۲۴ (۲۰)	شعبان (۲۷)	☼
جمعرات	۱۱ (۷)	۱۸ (۱۴)	۲۵ (۲۱)	۲ (۲۸)	☼

شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ — جون جولائی ۱۹۷۹ء

جمعہ	۳ (۲۹)	۱۰ (۶)	۱۷ (۱۳)	۲۴ (۲۰)	☼
ہفتہ	۴ (۳۰)	۱۱ (۷)	۱۸ (۱۴)	۲۵ (۲۱)	☼
اتوار	۵ (یکم جولائی)	۱۲ (۸)	۱۹ (۱۵)	۲۶ (۲۲)	☼
پیر	۶ (۲)	۱۳ (۹)	۲۰ (۱۶)	۲۷ (۲۳)	☼
منگل	۷ (۳)	۱۴ (۱۰)	۲۱ (۱۷)	۲۸ (۲۴)	☼
بدھ	۸ (۴)	۱۵ (۱۱)	۲۲ (۱۸)	۲۹ (۲۵)	☼
جمعرات	۹ (۵)	۱۶ (۱۲)	۲۳ (۱۹)	رمضان (۲۶)	☼

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ — جولائی اگست ۱۹۷۹ء

جمعہ	۲ (۲۷)	۹ (۳)	۱۶ (۱۰)	۲۳ جمعۃ الوداع (۱۷)	۳۰ (۲۴)
ہفتہ	۳ (۲۸)	۱۰ (۴)	۱۷ (۱۱)	۲۴ (۱۸)	عید الفطر شوال (۲۵)
اتوار	۴ (۲۹)	۱۱ (۵)	۱۸ (۱۲)	۲۵ (۱۹)	۲ (۲۶)
پیر	۵ (۳۰)	۱۲ (۶)	۱۹ (۱۳)	۲۶ (۲۰)	۳ (۲۷)
منگل	۶ (۳۱)	۱۳ (۷)	۲۰ (۱۴)	۲۷ (۲۱)	۴ (۲۸)
بدھ	۷ (یکم اگست)	۱۴ (۸)	۲۱ (۱۵)	۲۸ (۲۲)	۵ (۲۹)
جمعرات	۸ (۲)	۱۵ (۹)	۲۲ (۱۶)	۲۹ (۲۳)	۶ (۳۰)

شوال المکرم ۱۳۹۹ھ — اگست ستمبر ۱۹۷۹ء

جمعہ	۷ (۳۱)	۱۴ (۷)	۲۱ (۱۴)	۲۸ (۲۱)	☼
ہفتہ	۸ (یکم ستمبر)	۱۵ (۸)	۲۲ (۱۵)	۲۹ (۲۲)	☼
اتوار	۹ (۲)	۱۶ (۹)	۲۳ (۱۶)	ذیقعد (۲۳)	☼
پیر	۱۰ (۳)	۱۷ (۱۰)	۲۴ (۱۷)	۲ (۲۴)	☼
منگل	۱۱ (۴)	۱۸ (۱۱)	۲۵ (۱۸)	۳ (۲۵)	☼
بدھ	۱۲ (۵)	۱۹ (۱۲)	۲۶ (۱۹)	۴ (۲۶)	☼
جمعرات	۱۳ (۶)	۲۰ (۱۳)	۲۷ (۲۰)	۵ (۲۷)	☼

ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ — ستمبر اکتوبر ۱۹۷۹ء

جمعہ	۶ (۲۸)	۱۳ (۵)	۲۰ (۱۲)	۲۷ (۱۹)	☼
ہفتہ	۷ (۲۹)	۱۴ (۶)	۲۱ (۱۳)	۲۸ (۲۰)	☼
اتوار	۸ (۳۰)	۱۵ (۷)	۲۲ (۱۴)	۲۹ (۲۱)	☼
پیر	۹ (یکم اکتوبر)	۱۶ (۸)	۲۳ (۱۵)	۳۰ (۲۲)	☼
منگل	۱۰ (۲)	۱۷ (۹)	۲۴ (۱۶)	ذی الحجہ (۲۳)	☼
بدھ	۱۱ (۳)	۱۸ (۱۰)	۲۵ (۱۷)	۲ (۲۴)	☼
جمعرات	۱۲ (۴)	۱۹ (۱۱)	۲۶ (۱۸)	۳ (۲۵)	☼

ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ — اکتوبر نومبر ۱۹۷۹ء

جمعہ	۴ (۲۶)	۱۱ (۲)	۱۸ (۹)	۲۵ (۱۶)	☼
ہفتہ	۵ (۲۷)	۱۲ (۳)	۱۹ (۱۰)	۲۶ (۱۷)	☼
اتوار	۶ (۲۸)	۱۳ (۴)	۲۰ (۱۱)	۲۷ (۱۸)	☼
پیر	۷ (۲۹)	۱۴ (۵)	۲۱ (۱۲)	۲۸ (۱۹)	☼
منگل	۸ (۳۰)	۱۵ (۶)	۲۲ (۱۳)	۲۹ (۲۰)	☼
بدھ	۹ (۳۱)	۱۶ (۷)	۲۳ (۱۴)	۳۰ (۲۱)	☼
جمعرات	۱۰ (یکم نومبر)	۱۷ (۸)	۲۴ (۱۵)	محرم سنہ ۱۴۰۰ھ	☼

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱G مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C/T&C ۲۲۸۱-۲۲۷۳ مورخہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۷۶۷-۹ ۳۳۸ مورخہ ۲۳ اگست سنہ ۶۴ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو ۱۵۳۱-۲۰/G.M مورخہ ۳ مارچ سنہ ۶۷ء